عہد نبوی میں ذرائع ابلاغ کے اسالیب
عصر حاضر کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ

Means of Communication in the Era of Holy Prophet (ﷺ)
As a guideline for contemporary Youth

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری*
ڈاکٹر محمد اسماعیل**

ABSTRACT

Since from the beginning of humanity means of communication have always been an essential need for mankind. To convey the message and to find means to communicate and express one's thought one needs a mean to transmit the information to others. That is called communication. With the passage of time and advancement communication means also took modern shape and became advance. Islam as a complete code of life, guides humanity in the all fields of sociology, economic, politics, including mass communication. Allah the Almighty sent messengers and Prophets for the guidance of people. So they served the humanity in different periods of time in different areas. Ḥaẓrat Muḥammad (ﷺ) the last prophet of Allah used these means of communication for the prevalence and preaching of Islam, and left behind a remarkable legacy in the field of mass communication for the guidance till dooms day.

Where there have been great changes in other fields and professions of life in the advanced world of contemporary era there had become a revolutionary change in the field of media. News all over the world spread in seconds. Media which is the strongest tool to approach people, but sorry to say that it is detracted badly by prevailing wrong values, vulgarity, jealousy and selfishness. There is a dire need to change the direction of media towards the methodology of Prophet Muhammad (ﷺ) so that noble values like piousness, self-sacrifices, brotherhood and cooperation should be developed in people and for this purpose youth can play a pivotal and effective role in the field of mass communication. Eyes are looking towards youth of contemporary era to step forward by following our Holy Prophet (ﷺ). This article is a humble attempt that how the contemporary youth can play its role by using means of communication by taking guidance from Prophetic Era to lead media towards right direction.

Keywords: *Means of communication, era, youth, contemporary, guidance*

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
** لیکچرار شعبہ عربی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

عوام کو باخبر کرنے اور رائے عامہ کی تشکیل اور عوام کی زندگیوں سے متعلق مسائل پیش کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ذرائع ابلاغ ہیں۔ انسانی معاشرے کی بقا اور تعمیر وترقی کے لیے ذرائع بلاغ کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی مسلم ہے، ذرائع ابلاغ کسی بھی معاشرہ کا آئینہ دار ہوتے ہیں، گویا ذرائع ابلاغ کی ترقی کے ساتھ انسانی معاشرے کی ترقی مربوط ہے۔

عصر حاضر میں مسلم معاشرے کو درپیش مسائل میں ایک اہم مسئلہ ذرائع ابلاغ ہیں۔ ابتدا میں ذرائع ابلاغ صرف اطلاعات کے حصول کا ذریعہ تھے۔ آج کے دور میں ایک خاص سوچ کو خاص مقاصد کے پیش نظر پروان چڑھایا جارہا ہے جس سے ابلاغ عامہ کا مفہوم ہی بدل گیا ہے اور عصر حاضر کا میڈیا اطلاعات کی فراہمی کا ذریعہ کم، پروپیگنڈے کا منبع زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اب یہ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ آج کے میڈیا کے ذریعے فحاشی و عریانی، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حرکات سرعام کی جارہی ہیں جس سے معاشرے میں بے شمار برائیاں جنم لے رہی ہیں۔

کسی بھی انسانی معاشرے میں سب سے اہم نوجوان ہیں جو انسانیت کا نجات دہندہ، مظلوموں کا سہارا اور بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے قندیل رہبانی ہیں، مصلحین امت کے نزدیک کسی قوم کی فلاح وبہبود کا انحصار اس کی نوجوان نسل پر ہوتا ہے جو پاکیزہ اخلاق وعمدہ خصائل کو اپنا کر ہی اپنی ذمہ داریوں کو نبھاسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خدمت کے لیے جو سرمایہ چاہیے وہ یہ نوجوان ہیں۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان ہی تھے جنہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اسلام کے لئے وقف کر دیا، یہ نوجوان تاریخ اسلام کے ہمیشہ تابندہ ستارے رہے اور اقوام عالم نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔

آپ ﷺ نے نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے ان کی خصوصی تربیت فرمائی کہ وہ ہر بڑی سے بڑی ذمہ داری کے اہل بن گئے۔ ذرائع ابلاغ فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہیں، بلکہ ان کے حسن وقبح اور جواز وعدم جواز کا دارومدار ان کے استعمال اور نیت ومقصد پر موقوف ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان اس بھاری ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس کے لیے لائحہ عمل اختیار کریں اور عصر حاضر کے بے لگام میڈیا کو نبوی منہج پر ڈالنے کے لیے کوشاں رہیں تاکہ ہر شعبہ میں میڈیا کا صحیح استعمال کیا جاسکے۔

مبحث اول: ذرائع ابلاغ کا مفہوم، اقسام، اہمیت و تاریخی پس منظر

الفاظ (ذرائع، ابلاغ) کے لغوی واصطلاحی مفاہیم

ذرائع کا مفہوم

لغوی مفہوم: "الذَّرِيعة: الْوَسِيلَةُ. وَقَدْ تَذَرَّعَ فُلَانٌ بذَريعةٍ أَي توسَّل، وَالْجَمْعُ الذرائعُ"(۱)

لغت میں ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے۔ "تَذَرَّع فلان بذَريعةٍ أَي توسَّل" جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کوئی کام کرائے اور ذریعہ کی جمع ذرائع ہے۔

اصطلاحی مفہوم: "الذَّرِيعة بمعناها العام هي: الوسيلة التي تكون طريقاً إلى الشَّيء"(۲)

ذریعہ کا عمومی معنی یہ ہے ایک ایسا وسیلہ جو کسی شئ کے حصول کا ذریعہ ہو۔

ابلاغ کا مفہوم

لغوی مفہوم: لفظ اِبلاغ جو دراصل عربی لفظ ہے اور "بلغ" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ابن منظور نے یوں بیان کیا ہے۔ "بَلَغَ الشيءُ يَبْلُغُ بُلُوغاً وبَلاغاً وصَلَ وانْتَهَى"(۳) بلغ کے معانی ملنے اور پہنچنے کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

ابلاغ یا ابلاغیات اردو زبان کی جدید اصطلاحات میں سے ہے اور یہ انگریزی زبان کے لفظ (Communications) کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریزی زبان میں اس شعبے کو میڈیا کہا جاتا ہے۔ ابلاغ کو عربی میں اعلام بھی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر یوسف محی الدین نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"هو نشر الحقائق والأخبار والأفكار والآراء في وسائل الإعلام المختلفة"(۴)

حقائق، اخبار، افکار، آراء کو مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں تک پہنچانا اور نشر کرنا۔

ابلاغ اور تبلیغ دونوں الفاظ اردو میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہیں۔ آسان لفظوں میں "ذرائع ابلاغ" کے مفہوم میں پیغام رسانی اور اطلاعات کے لیے استعمال ہونے والے مختلف وسائل مثلاً میڈیا، مواصلات، خبر، نوٹس، اشتہار، اعلان، خبر رساں ادارے وغیرہ شامل ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اقسام

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، طبع سوم: ۱۴۱۴ھ، ۸/ ۹۶

(۲) ابن قیم، إعلام الموقعين، دار الكتب العلمية بيروت، ۳/ ۱۱۷

(۳) لسان العرب، ۲/ ۱۴۴

(۴) یوسف محی الدین، ڈاکٹر، الاعلام نشاتہ وسائلہ مایوثرفیہ، مکتبہ الرسالۃ الحدیثۃ، ۱۹۸۶ء، ص:۶

جدید ذرائع ابلاغ کو عموماً دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱-مطبوعہ یا پرنٹ(Print)میڈیا

مطبوعہ ذرائع ابلاغ یا پرنٹ میڈیا میں اخبار، رسالے، بروشر، کتابیں، نیوزلیٹر، پمفلٹ، بینر، ہورڈنگ اور وہ تمام اشیاء شامل ہیں جو طباعت شدہ یا چھپی ہوئی ہوں۔

۲- برقی یا الیکٹرانک (Electronic) میڈیا

اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مرئی، جس کا تعلق دیکھنے سے ہو۔ مثلا: ٹیلی ویژن، وی سی آر، ڈش، سینما اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

۲۔ سمعی، جس کا تعلق سننے سے ہو۔ جیسے: آڈیو کیسٹ، ایم پی ۳، ریڈیو، ٹیلی فون، فیکس، موبائل وغیرہ۔

اسلامی نظریہ ابلاغ اور دیگر ابلاغ عامہ کے مابین فرق

اسلامی نظریہ ابلاغ دیگر ابلاغ عامہ کے نظریہ سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام کا نظریہ ابلاغ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ مکمل اور جامع اور آفاقی ہے اس لئے اس کا موازنہ دوسرے نظریات سے نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی نظریہ ابلاغ نیکی پھیلانے اور برائی کو روکنے کے اصولوں پر مبنی ہے ۔ اس میں " ابلاغ" کے لفظ سے مراد نیکی کا فروغ اور بدی کو مٹانا ہے۔

اسلامی نظریۂ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی و معاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے؛ تاکہ دیگر اسلامی نظریہ کی طرح یہاں بھی توازن و اعتدال برقرار رہے۔ اسلامی نظریۂ ابلاغ میں نہ مقتدرانہ نظریۂ ابلاغ کی طرح انسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے اور نہ ہی آزادی پسندانہ نظریۂ ابلاغ کی طرح ایسی مادر پدر آزادی دی گئی ہے، کیونکہ اگر اظہار کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے اس سرکش گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہ ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر دکھ دے گا۔

مقتدرانہ نظریۂ ابلاغ انسانوں کے مرہون منت ہے اس کے اصول وضوابط ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے پیش کردہ تمام نظریات عارضی ہیں اور ان میں وقت کے ساتھ ساتھ رد و بدل ہوتا رہا ہے لیکن قرآن مجید کا پیش کردہ نظریہ ابلاغ مستقل اور دائمی حیثیت رکھتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے آج کے میڈیا کو اسلامی رنگ میں رنگا جائے۔

ذرائع ابلاغ کی اہمیت

ذرائع ابلاغ دراصل فکر و نظر کی آزادی کا ہی نام ہے۔ فکر و عمل کی آزادی اور اظہارِ رائے کی آزادی کا باب میڈیا کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایک مثالی اسلامی ریاست میں عقیدے اور مذہب کی آزادی کے ساتھ فکر و نظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسلام میں میڈیا کی کیا اہمیت ہے اور ان ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے؟ اس کے ادراک کے لیے ہمیں ان آیات کا مطالعہ کرنا ہو گا جن میں دعوتِ دین اور اس کی ترویج و ترقی کا حکم دیا گیا ہے، کیا اس کی وسیع اور عالمی پیمانے پر دعوت اور اشاعت، سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کے سہارے کے بغیر ممکن ہے؟ اس لیے اسلامی دعوت و فکر کے لیے ہر وہ وسیلہ جو اس میں مدد و معاون ہو حاصل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ حرام نہ ہو۔[۱]

ذرائع ابلاغ کو معاشرے میں ایک اہم حیثیت حاصل ہے جب ہی تو اسلام نے اسے آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ اصول و ضوابط کے فریم میں رکھ کر اس کو کامل و اکمل کر دیا ہے۔ دین اسلام کی اکملیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے جس طرح وہ سیاسیات، معاشیات پر خاطر خواہ رہنمائی فراہم کرتا ہے اسی طرح ابلاغیات پر بھی کما حقہ ہدایات فراہم کرے، بحمد اللہ مذہب اسلام اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کا تاریخی پس منظر

قرآنی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے ابلاغ کا تصور پیش کیا۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پہلا مکالمہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾[۲]

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

یہ ابلاغ کے عمل کی پہلی صورت تھی۔ اس کے بعد ابلاغ کا آغاز اس وقت ہو گیا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام نے سب اشیاء کے نام بتائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[۳]

اور اس نے آدم کو (سب چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔

---

(۱) الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیہ، ۲۰/ ۳۳۲

(۲) سورۃ البقرہ: ۳۰

(۳) سورۃ البقرہ: ۳۱

گویا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقصد یہی تھا کہ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں بلکہ اللہ کا پیغام دوسروں انسانوں تک بھی پہنچائیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ابلاغ کا فریضہ انجام دینے کی ذمہ داری عطا کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے ابلاغ و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔

آخر میں آنحضرت ﷺ نے ابلاغ کی یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر ادا کی، آپ ﷺ کا کردار اور گفتار کی پاکیزگی ہی تھی جس نے کفار مکہ کو متاثر کیا۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ نظام میں ہر انسان کو عزت و تکریم کے ساتھ اظہارِ رائے کی آزادی حاصل تھی۔ ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کو فرض قرار دے دیا گیا۔ مؤثر طریقوں سے ابلاغ کی یہ ذمہ داری اب اس امت پر عموماً اور اس کے نوجوانوں پر خصوصاً عائد ہوتی ہے۔

مبحث دوم: عہد نبوی کے ذرائع ابلاغ

کسی بھی فکر اور رائے یا گروہ یا کسی اعتقاد کا انتشار اور ظہور اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے پس منظر میں مضبوط ذرائع ابلاغ کا ہاتھ نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ تبلیغ رسالت میں اپنے وقت کے موجود تمام ذرائع ابلاغ کا بطریق احسن استعمال کیا ہے، ذیل میں مکی اور مدنی عہد کے اہم ذرائع ابلاغ کا طائرانہ جائزہ لیا جارہا ہے۔

۱-عہد مکی میں نبوی ذرائع ابلاغ

مکی دور کے ذرائع ابلاغ کے اہم اسالیب درج ذیل ہیں:

۱-دعوتی وابلاغی خطبے

رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں تین سال تک خفیہ دعوت اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا پھر جب اللہ نے آپ ﷺ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم دیا تو فرمایا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[1]

پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔

اس عام انذار کے بعد خاص انذار یعنی اپنی قوم اور کنبے کو دعوت دینے کا حکم فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾[2]، اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

عرب کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی اہم بات کہنا منظور ہو اور ساری قوم کو متوجہ کرنا مقصود ہو تو صفا پہاڑ پر چڑھ

---

(۱) سورۃ الحجر: ۹۴

(۲) سورۃ الشعراء: ۲۱۴

کر ندا دیتے اور ساری قوم متوجہ ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی اعلانیہ دعوت کے لیے یہی مروجہ طریقہ اختیار فرمایا، صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور قوم کو اسلام کی دعوت دی، حق کا پیغام سنایا[1]۔ آنحضرت ﷺ کا یہ خطبہ "خطبہ الصفا" کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے ابلاغ کا جو طریقہ اختیار فرمایا وہ خطبہ تھا۔

درج بالا "خطبہ الصفا" میں درج ذیل ابلاغی ارشادات، معانی اور مفاہیم پنہاں ہیں۔

ا۔ بشارت وانذار کا اصول

یہ اسلامی ابلاغ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کو مخاطب کرنے اور واقعات واحداث کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے انہیں خوشخبریاں سنائیں جائیں، ان کے سامنے امید کی کرنیں کھولی جائیں اور جو اللہ تعالی کی نشانیوں اور نعمتوں سے روگردانی کرے انھیں برے انجام سے ڈرایا جائے۔

ب۔ اجتماعی ابلاغ کا آغاز

خطبہ صفاء سے قبل رسول اللہ ﷺ نے انفرادی دعوت وابلاغ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا مثلا آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد، اعزا واقرباء، دوست واحباب جن میں اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرشامل تھے، کو دین کی دعوت دی جبکہ اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے بحکم ربانی اجتماعی طور پر دعوت وابلاغ کی بیل داغ ڈالی۔

ج۔ نئے وسیلہ ابلاغ کا استعمال

اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے بلند وبالا پہاڑ "یعنی جبل صفا" کا انتخاب کیا۔ صفا کے علاوہ جبلِ نور، کوہِ ابو قبیس، مروہ اور دیگر پہاڑ بھی تھے ان کی بجائے آنحضرت ﷺ نے کوہِ صفا کا انتخاب فرمایا۔ تاکہ آپ ﷺ بہت سے لوگوں تک اپنی دعوت کو پہنچا سکیں۔ اسی طرح وسیع وعریض میدان کا چناؤ اس لئے کیا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس میں سما سکے۔ اس طرح آپ ﷺ نے تھوڑے وقت میں انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی دعوت کو پیش کیا۔ آپ ﷺ اپنے عمل مبارک سے امت کی رہنمائی فرمائی اور تعلیم دی کہ پیغام رسانی کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو زیادہ لوگوں تک اپنی بات کو پہنچانے میں مؤثر وکارآمد ہو۔

د۔ مقصدیت کا پرچار

آنحضرت ﷺ نے انتہائی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ابلاغ کے اہم اصول ومبادی کو بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ ذکر کر دیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حقیقت الوہیت وعبودیت، حقیقت بعث ونشور، حساب

---

(۱) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، الرئاسۃ العامۃ لإدارات البحوث العلمیۃ والإفتاء والدعوۃ والإرشاد، الریاض، ۱۴۰۰ھ، ۱/ ۱۹۴

وکتاب، ثواب وعقاب کا تذکرہ کیا۔

ھ۔ عقلی، فکری اور اجتماعی مسلمات کا برملا اظہار

آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں عقلی، فکری اور اجتماعی مسلمات کا برملا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ جبل صفا پر چڑھ کر اپنی بات کی ابتدا «یاصباحاہ» سے کی، جو دراصل قبائل کے ہاں خطرے کی گھنٹی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے تمام قبائل کو ان کے ناموں کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے «یا بني فلان، یا بني فلان» فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے پیش نظر ان میں حمیت اور غیرت کو ابھارنا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے عقلی بنیادوں پر مسلمہ استدلال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا:

« أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ»[1]

اگر میں تم کو یہ کہوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی اوٹ سے تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اس کی تصدیق کروگے؟ سب نے کہا ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایک بڑے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

و۔ تکرار

اسلامی اسلوب ابلاغ میں تکرار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جو درحقیقت کسی بھی خبر کے مشہور اور عام ہونے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں اس اسلوب کو مدنظر رکھا ہے۔

۲-قبائل عرب کو ابلاغ

آنحضرت ﷺ جب اہل مکہ کے ایمان سے مایوس ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی دعوت کو مؤثر بنانے کے لئے ابلاغ کے نئے وسائل وذرائع تلاش کیے۔ چنانچہ آپ ﷺ موسم حج میں اپنی دعوت کو قبائل عرب پر خفیہ طور پر پیش کرنا شروع کر دیا۔ جس سے آپ ﷺ کی دعوت کو سیاسی، دعوتی اور ابلاغی سطح پر تقویت حاصل ہوئی۔

۳-تلاوت قرآن کے ذریعے ابلاغ

سورۃ الرحمان کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس سورت کو قریش کے سرداروں پر پڑھا جائے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سورت کو سرداروں قریش کے سامنے پڑھی۔[2] اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔

۴-سفراء کے ذریعے ابلاغ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالی: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾، حدیث نمبر:۳۰۷، ۱/ ۱۹۴

(۲) رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار الفکر، ۱۹۸۱م، ۳۲/ ۲۳

آنحضرت ﷺ کے مکی دور کا ایک اہم ذریعہ ابلاغ، مختلف علاقوں اور شہروں کی طرف اپنے سفراء اور قاصدوں کا ارسال کرنا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پورے جزیرہ عرب کی طرف اپنے سفراء کو اسلام کی دعوت کے لئے ارسال کیا۔[۱]

ب-عہد مدنی میں نبوی ذرائع ابلاغ

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب اپنی ریاست قائم کی تو اس دور کے اہم ذرائع ابلاغ درج ذیل تھے:

۱-مسجد

مدینہ منورہ میں ابلاغ کا پہلا اور اہم ذریعہ ابلاغ مسجد تھی۔ آپ ﷺ مسجد میں عبادات اور درس وتدریس وغیرہ سرانجام دیتے تھے۔ اس دوران آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دعوتی، تعلیمی اور ابلاغی پروگرام پیش کرتے تھے۔

۲۔ خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ خطبہ جمعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ تھا۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کو جب کبھی بھی خطاب کرنا ہوتا تو آپ ﷺ کسی صحابی کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو مسجد میں جمع کریں۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں:

"جاءني رسول الله ﷺ فقال: «خذ بيدي وقد عصب رأسه، فأخذت بيده، فأقبل حتىٰ جلس علىٰ المنبر فقال: ناد في الناس»، فصحت فيهم فاجتمعوا له"[۲].

رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا اور مجھے اپنا ہاتھ تھامنے کا حکم دیا تو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گے تو آپ ﷺ نے مجھے کہا لوگوں کو بلاؤ تو میں بلند آواز سے انہیں بلایا تو وہ جمع ہو گے۔

۳-ارشاد نبوی کو بلند آواز سے دہرانا

بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کسی صحابی کو حکم دیتے کہ وہ ان کے فرمان کو بلند آواز دہرایا جائے۔ اس دور کا یہ بھی ایک اہم ذریعہ ابلاغ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

"لما وقف رسول الله ﷺ بعرفة أمر ربيع بن أمية بن خلف فقام تحت يدي

---

(۱) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، تحقیق: مصطفی السقا، شرکہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم :۱۹۶۶ء، ۱/۴۳۵

(۲) ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دار الجیل، بیروت طبعہ اول: ۱۴۱۲ھ، ۵/۲۸۸

الناقة وكان رجلاً صيتاً فقال: اصرخ أيها الناس أتدرون أي شهر هذا؟...."[1].

جب رسول اللہ ﷺ عرفہ میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ربیع بن اُمیہ کو حکم دیا کہ بلند آواز کو دہرایا جائے چنانچہ وہ اونٹ کے کے نیچے کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارنے لگا اے لوگوں تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟

۴-منبر ذریعہ ابلاغ

ابتدا میں آنحضرت ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے منبر تیار کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر وعظ ونصیحت اور ابلاغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

۵- اذان ذریعہ ابلاغ

مسلمانوں کو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے بلانے کے لئے آذان کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آذان سن کر مسجد میں حاضر ہوتے اور نمازوں کے علاوہ وعظ ونصیحت اور دین وشریعت کے احکام سے مستفید ہوتے تھے۔

۶-خطوط، رسائل ذریعہ ابلاغ

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اُمراءاور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت وابلاغ کے لئے ان کی طرف وقتاً فوقتاً خطوط رسائل ارسال کیے۔ جس کے حوصلہ فزا نتائج بر آمد ہوئے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم، احادیث نبویہ، حج، اسلامی فتوحات، تجارتی سفر، استقبال وفود وغیرہ اس دور کے اہم ذرائع ابلاغ تھے۔

مبحث سوم: اسلامی ذرائع ابلاغ کے اصول وضوابط

اسلامی نظریہ ابلاغ ایک ہمہ گیر اور جامع نظریہ ہے جو کسی انسانی فکر کا زائیدہ یا محض عقلی بنیادوں پر انسانوں کا تیار کردہ نہیں بلکہ یہ آفاقی نظریہ ابلاغ در حقیقت قرآنی تعلیمات واحادیث مبارکہ کی اساس پر قائم کیا گیا ہے۔ وہ انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائع ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل انہی اسلامی احکامات وہدایات پر مبنی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کی کیا ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں یا انہیں کیسے ذمہ دار بنایا جا سکتا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آج کے ذرائع ابلاغ کو اسلامی نظریہ ابلاغ کے اصول وضوابط پر استوار کیا جائے۔ جس کے درج ذیل اصول وضوابط اور بنیادیں ہیں۔

---

(۱) الطبرانی الکبیر، تحقیق: حمدی بن عبد المجید، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل، طبع دوم: ۱۹۸۳ء، ۲/۲۷۷

۱۔ تحقیق وتثبت

اسلام کے تصور ابلاغ کے مطابق کسی خبر کی تصدیق وتثبت ضروری ہے پھر اسے آگے پہنچایا جائے۔ ورنہ یہی خبر کسی کی بے عزتی اور بدنامی کا سبب بن سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[۱]

مؤمنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

اسلامی ذرائع ابلاغ میں قیاس وگمان اور ظن وتخمین کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ قرآنِ مجید بعض قیاس وگمان اور ظن وتخمین کو گناہ قرار دیتا ہے[۲]، چنانچہ قیاس وگمان اور شک وشبہ سے بالا ہو کر حقائق کو شُستہ اور شگفتہ انداز میں منظر عام پر لانا ذرائع ابلاغ کا فریضہ ہے۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے شک وشبہات پر مبنی شیئرنگ سے بہ ہر صورت احتراز کریں نیز ایسے مواقع کا سد باب کریں جو جھوٹی اور افواہوں پر مبنی شیئرنگ کے ذریعے سنسنی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

۲۔ راست بازی اور عدل وانصاف

اسلام نقطہ نظر سے ابلاغ میں خبر کا سچ ہونا ضروری ہے اگر خبر میں سچائی نہ ہو اور اس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو تو اسے فریب کاری میں شمار کیا جائے گا۔ اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے۔

صدق اور عدل، اسلامی نظریہ ابلاغ کے نمایاں ترین مظاہر میں سے ہیں، صدق وراست بازی ذرائع ابلاغ کا حسین زیور ہیں۔ میڈیا اگر ان اوصاف سے عاری ہو جائے اور اس کے بجائے پروپیگنڈا، جھوٹ، فریب، ناانصافی، دھوکہ اور تعصب کے دلدل میں پھنس جائے تو اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾[۳]

---

(۱) سورۃ الحجرات:۶

(۲) سورۃ الحجرات:۱۲

(۳) سورۃ الأحزاب:۷۰

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کیا کرو۔

نوجوانوں کا چاہیے کہ وہ اپنے اندر سچ کو رواج دیں جو انہیں ذات نبوی سے ورثے میں ملا ہے۔ سچ پر مبنی رپورٹنگ سے باطل میڈیا از خود اپنی وقعت کھو بیٹھے گا۔ سچ کی بدولت عوام الناس میں صحیح اور حقیقی رائے عامہ پروان چڑھے گی اور حق کا بول بالا ہو گا۔

۳۔ تقویٰ اور خدا خوفی

تقوی اور خوفِ خدا اسلامی ذرائع ابلاغ کے اساسی اور بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ تقوی جو در حقیقت نیکی وصالحیت کے لیے آمادہ کرنے والی مہتم بالشان چیز ہے، اگر ذرائع ابلاغ میں اس خدائی قانون کی حکمرانی ہو جائے تو معاشرہ راست رو، اعتدال پسند، قانون کی عظمت کا علَم بردار بن جاتا ہے۔ تقویٰ کا دائرہ صرف نماز کے خشوع و خضوع یا زکوۃ و صدقات میں عدم ریاکاری تک محدود نہیں بلکہ اس کے دائرہ کار میں میڈیا کی حدود بھی شامل ہیں۔ ایک نوجوان اینکر کو لباس زیب تن کرتے وقت یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس کی تراش و خراش تقویٰ کے منافی تو نہیں۔

۴۔ مثبت طرز فکر کا فروغ

اسلامی نظریہ ابلاغ مثبت طرز فکر کو فروغ دیتا ہے۔ واضح، دوٹوک اور الہام سے پاک ہونے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾(۱)

اور ہم پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

ذہنی انتشار، شکوک وشبہات، طبیعتوں میں ہیجان انگیزی پیدا کرنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ جنگ اور امن دونوں صورتوں میں غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ سے گریز کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن کریم نے منافقین کے منفی رویے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ﴾(۲)

یہ لوگ جہاں کہیں اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں۔

درج بالا اصول کی روشنی میں ایک نوجوان اینکر کو اُس سچ سے بھی گریز کرنا ہے جو معاشرے میں انتشار اور پراگندگی کا سبب ہے، معمولی ریٹنگ کے حصول کے لیے غیر ذمہ دارانہ طریقہ ابلاغ سے گریز ضروری ہے۔

---

(۱) سورۃ یٰس: ۱۷

(۲) سورۃ النساء: ۸۳

۵۔ جرأت اور بے خوفی

اسلامی نظریۂ ابلاغ نے حق و سچ پیغام پہنچانے میں جرأت اور بے خوفی کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ﴾[1]

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

آپ ﷺ کو جب علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ ﷺ سرداران قریش کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لائے اور کوہ صفا پر دعوت عام دی۔ نوجوان میڈیا پرسنز کے لیے یہ اسوہ مشعل راہ ہے۔

۶۔ اظہار رائے کی آزادی

اسلام میں اظہار کی آزادی محض ایک انسانی حق ہی نہیں، بلکہ یہ ذرائع ابلاغ کا ایک دینی اور اخلاقی فرض بھی ہے اس لیے کوئی فرد، کوئی حکومت اور نہ ہی کوئی ادارہ انسانوں سے ان کی فطری آزادی کو سلب کر سکتا ہے، اور نہ اس کو چیلنج کر سکتا ہے؛ البتہ اتنی شرط ضرور عائد کی جائے گی کہ کوئی بھی ذریعۂ ابلاغ کوئی ایسی خبر یا بات کی تشہیر نہ کرے، جس سے مفادِ عامہ کو زد پہنچے۔ جو اسلامی اقدار کے منافی ہو اور جس میں انسانیت اور انسانی سماج کی تعمیر کے بجائے تخریب کے عوامل پنہاں ہوں۔

۷۔ فکر و نظر کی آزادی

اسلام نے فکر و نظر کی آزادی کے ساتھ ہمیشہ آزادیِ رائے کا احترام کیا ہے۔ اسلام نے صرف آزاد مرد و خواتین ہی کو نہیں بلکہ غلاموں تک کو اپنی بات کہنے کا فطری حق دیا ہے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ شدت کے ساتھ حریتِ رائے کے تصور کی پرورش کی ہے اور اس کو انسانی معاشرے کا لازمی جز بنانے کی سعی کی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام آزادیِ فکر و نظر کا امین اور نقیب ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے؛ بشرطیکہ اس کی رائے نصِ صریح سے متصادم نہ ہو۔

۸۔ حاکم وقت سے باز پرس کرنے کا حق

جمہوری نظام میں جہاں ریاست اور ملک کے ہر باشندے کو حکمرانوں کے انتخاب کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔ شورائی نظام میں ہر فرد کی شرکت ضروری نہیں، بلکہ صرف اہل الرائے لوگ انتخاب کا قانونی حق رکھتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الأحزاب:۳۹

اسلام نے ہمیشہ شورائی نظامِ فکر و عمل کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ آج کے جتنے ذرائع ابلاغ ہیں، ان پر چند با اثر افراد یا سیاست دانوں کا کنٹرول ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ»(۱)

خبر دار! جو تم کسی شخص کے اثر ورسوخ کی وجہ سے حق کے اظہار میں تردد سے کام لو۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے مختلف فورمز پر حکمرانوں سے اپنے حقوق طلب کریں اور اس سلسلے میں تند و تیز سوالات سے بھی گریز نہ کریں۔ نوجوان صحافی اس اصول کو اپنائیں تو حکمرانوں کی کرپشن کو کسی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

۹۔ ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے کا حق

اسلام نے ذرائعِ ابلاغ کو ایک اہم حق ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کا دیا ہے۔ چنانچہ ذرائعِ ابلاغ کو جہاں کہیں بھی ظلم اور ناانصافی ہوتی ہوئے نظر آئے اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیے اور مظلوموں کی حمایت میں انسانی غیرت اور حمیت کا ثبوت دینا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ کسی بھی جرم اور بدعنوانی کا عوام کو باخبر کرنے اور پردہ فاش کرنے میں مداہنت اور مصالحت سے کام نہ لیں۔ نوجوان صحافیوں اور اینکرز کا جذبہ اس کو مزید چار چاند لگا سکتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ ظلم کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنیں اور بزدلی کو دلیری کی تلوار کے کاٹ ڈالیں۔

۱۰۔ مناظرے اور باہمی تنقید کی آزادی

اسلام نے ہر قسم کے علمی مباحثے اور مکالمے کی آزادی دی ہے، بشرطیکہ اس سے کسی کے جذبات مجروح نہ ہوتے ہوں، مباحثے تعمیری ہوں نہ کہ تخریبی اور بے جا تنقید سے گریز کیا جائے، بات دلائل سے مزین اور وزنی ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَلا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾(۲)

آیت میں اگرچہ خطاب یہود سے ہے؛ لیکن اس کے عموم پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔

۱۱۔ شہادت کی آزادی

اسلام کی رو سے ذرائع ابلاغ کو شہادت کی آزادی حاصل ہے۔ جس کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ کسی کی حمایت

---

(۱) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: ۴۰۰۵، تحقیق: شعیب الارناوط، دار الرسالہ العالمیہ، طبع اول: ۲۰۰۹ء

(۲) سورۃ العنکبوت: ۴۶

یا کسی مجرم کی مخالفت میں گواہی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ اقرباء اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینا پڑے ۔ اسلام نے شہادت کو چھپانے والے کو سخت وعید سنائی ہے[۱]۔

۱۲۔ جرائم کا پردہ فاش کرنے کی آزادی

اسلام نے کسی کی نجی زندگی میں مداخلت اور کسی کی ٹوہ میں رہنے سے منع کیا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے حرکت و عمل سے مفادِ عامہ پر ضرب پڑتی ہو، تو اس کے جرم کو طشت از بام کرنا ضروری ہے۔ گھروں میں جاسوسی کے آلات نصب کرنے، کسی شخص کے ٹیلی فون کال ٹیپ کرنے وغیرہ اس قسم کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں۔

دورِ حاضر میں جب حکمرانوں کی عیاشیاں مفاد عامہ پر ہتھوڑے برسا رہی ہیں، ایسے میں نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے ذریعے وہ حقائق پر مبنی جرائم کا پردہ فاش کریں۔

۱۳۔ حمایت و مخالفت کا اسلامی اصول

ذرائع ابلاغ عوام کی ذہن سازی میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ عوام ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹ اور تجزیوں کی بنیاد پر بہت سے فیصلے کر لیتے ہیں۔ اسلام نے ذرائع ابلاغ کو حمایت و مخالفت کا بھی اصول متعین کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ کسی سے محبت اور بغض وعداوت صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔

۱۴۔ بامقصد تفریح کی آزادی

اسلام نے ذہنی آسودگی کے لیے تفریحی پروگرام کرنے کی اجازت دی ہے۔ بشرط وہ توہین یا طنز و تضحیک پر مبنی نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کا سبب بنے۔ اسلام انسان کی تکریم کا درس دیتا ہے۔ اور اس بات سے منع کرتا ہے کہ کسی انسان کی عزت کو مجروح کیا جائے۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان عزت و احترام کا مستحق ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ﴾[۲] اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزاح فرمایا ہے۔ جو مزاح نگاری اور فکاہیہ چینلز کے لیے اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حدود و قیود کا خیال رکھیں اور عوام کو با مقصد تحریریں، پروگرام مہیا کرے جس میں اصلاح کا پہلو موجود ہو۔ مثلاً نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ مختلف چینلز پر اپنی آواز، تقریر، تحریر، فن خطابت، کھیل کود میں اپنی لیاقت میڈیا پر پیش کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور

---

(۱) سورۃ البقرہ، ۲۸۳

(۲) سورۃ بنی اسرائیل:۸۸

دوسروں کو ترغیب ملے۔

۱۵۔ فحاشی اور بے حیائی سے گریز

اسلام میں حیاسوز اور انسانی معاشرے پر بُرا اثر مرتب کرنے والے تفریحی پروگرام اور فحاشی اور عریانی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اسلام ذرائع ابلاغ کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ آزادی کے نام پر فحاشی کو عام نہ کریں۔ قرآنِ مجید میڈیا کے اس منفی کردار کو شنیع جرم قرار دیتا ہے۔ جرم کی شدت و سنگینی کا اندازہ قرآنِ مجید کی اس جامع تعلیم سے ہوتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ﴾[۱]

یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔[۲]

لہٰذا ذمہ داران کو حیاسوز ڈرامے اور فلمیں، فحش مکالمے، حیاسوزگی، عریاں تصاویر، غیر مہذب اور اخلاق باختہ لٹریچر وغیرہ سے گریز کرنا چاہیے۔ سورۃ انعام میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾[۳]

اور بے حیائی کا کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا پر کسی بھی ایسی سرگرمی کا حصہ نہ بنیں جس سے فحاشی و عریانی کی جھلک آتی ہو بلکہ وہ میڈیا کے ذریعے ہی اس کی اس طرح حوصلہ شکنی کریں کہ چینلز کے ذمہ داران کو منہ کی کھانی پڑے۔

۱۶۔ دھوکہ دہی اور چربہ سازی کی ممانعت

اسلامی ذرائع ابلاغ دھوکہ دہی اور چربہ سازی کی مذمت کرتا ہے۔ خواہ کسی کی تحریر کو بغیر حوالے کے اپنے نام سے نقل کر دیا جائے، یا اصلی مصنف کی طرف وہ کچھ منسوب کر دیا جائے جو اس نے نہ کہا ہو۔[۴]

---

(۱) سورۃ النور:۱۹

(۲) اگرچہ یہ آیت کریمہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کی شخصیت پر بہتان تراشی کرنے اور افواہوں کا بازار گرم کرنے والے منافقین اور کمزور ایمان والے حضرات سے متعلق ہے، لیکن قرآنِ مجید کی عظمت کا راز اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ اس کی تعلیمات مخصوص دور سے تعلق نہیں رکھتیں اور نہ افراد اور جماعتوں کے کردار محض ہدفِ تنقید بنانے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، بلکہ ہر ہر آیت آج کے افراد و معاشرے کے لیے بھی روح پرور پیغام ثابت ہوتی ہے۔

(۳) سورۃ الأنعام:۱۵۱

(۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے :-﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ سورۃ البقرہ:۷۹ ترجمہ: تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ خدا کے پاس

۱۷۔ نجی زندگی کا تحفظ

اسلامی نظریہ ابلاغ دوسروں کی نجی زندگی کا تحفظ کرتا ہے اور بے جا مداخلت سے روکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾[1]

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل ہو کر، جب تک گھر والوں کی اجازت نہ لے لو، اور گھر والوں پر سالم نہ بھیجو۔

۱۸۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر

اسلامی نظریہ ابلاغ میڈیا کو ان اخلاقی اقدار اور اصولوں کا پابند بناتا ہے جو فرد، ریاست اور دوسرے ادارے پر عائد کی گئی ہیں ان کا حلقہ اثر یقیناً اپنے اپنے وسائل اور اختیارات کے لحاظ سے مختلف ہو گا، لیکن ان کی تمام سرگرمیوں کی سمت ایک ہی ہو گی یعنی امر بالمعروف خیر اور بھلائی کا فروغ اور نہی عن المنکر شر اور برائی کا خاتمہ، فرد، ریاست یا میڈیا میں سے جو کوئی اللہ کی حدود کو توڑے گا وہ خود بخود دوسروں کو مزاحمت کا حق دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾[2]

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

دین اسلام کی دعوت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ میڈیا کے ذریعے جب دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے تو دعوتی مقصد میں اس کی اہمیت نہایت بڑھ جاتی ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ دعوتی مقاصد کے لیے میڈیا کا بھرپور استعمال کریں اور دین خداوندی کی صدا کو دنیا بھر، ہر گھر، ہر گلی اور ہر کوچے میں عام کر دیں۔

۱۹۔ خواتین کے معاملے میں احتیاط

اسلامی نظریہ ابلاغ خواتین کے معاملے میں احتیاط بھرتنے کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ کسی خاتون کی ایک غلط تصویر یا غلط خبر شائع ہونے کا نتیجہ خاندان کی بربادی کی صورت میں نکلتا ہے اور رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کریں۔

(۱) سورۃ النور: ۲۷

(۲) سوۃ آل عمران: ۱۱۰

اور خواتین کی عزت وعصمت کی حفاظت کے پیش نظر بے جاالزام تراشی کی نہ صرف ممانعت کرتا ہے بلکہ اس پر سخت سزا مقرر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ (۱)

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لے کر آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت قبول نہ کرو۔

خواتین کی عصمت دری پر ابھارنے والے مواد پر مشتمل ویب سائٹس کو ہمیشہ کیلیے بلاک کرنا نوجوانوں کی اخلاقی، دینی اور ملی ذمہ داری ہے۔ وہ نوجوان جو کمپیوٹر کی مہارت رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اس فریضے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

۲۰۔ جواب دہی کا احساس اور فکرِ آخرت

اسلامی نظریہ ابلاغ فکرِ آخرت کی جواب دہی کا احساس دلاتا ہے۔ جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہو جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، بُرائیوں سے مجتنب ہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی۔

اسلامی نظریہ ابلاغ کی مذکورہ بالا بنیادوں اوراصول وضوابط کی روشنی میں ابلاغ کے ذمہ داران پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ذرائع ابلاغ کو انہی اصولوں وضوابط کا پابند بنائیں اورانسانیت کے لیے بامقصد اور مفید بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اوراگر ان خصوصیات کو توشۂ راہ بنا کر اگر میڈیا کا رختِ سفر باندھا جائے تو بلاشک وشبہہ عوام وخواص اور علماوجہلا سب کی جانب سے راست رو، ایمان دار، بے باک اور شفافیت سے پُر ہونے کی سند حاصل ہوگی، اور دوسری طرف بے لاگ تبصروں اور خبر رسانی کے یہ ذرائع ان کے ذمہ داروں کو خالق حقیقی کی نگاہ میں بھی محترم اور باعزت بنادینگے۔

میڈیا کا منفی کردار

ابتدا میں ذرائع ابلاغ کا کردار مثبت رہا ہے۔ جس میں قومی تعمیر نو، تہذیبی واخلاقی اقدار کی پاسداری اور اصلاح احوال سے کبھی غفلت نہیں برتی گئی۔ لیکن اکیسویں صدی کے آغاز پر "ابلاغی انقلاب" برپا ہوا جس نے ملک کو سماجی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور نظریاتی طور پر کھوکھلا کر ڈالا ہے۔ عصر حاضر کا میڈیا دراصل ایک ایسی دو

(۱) سورۃ النور:۴

دھاری تلوار ثابت ہو رہا ہے جو اپنے ہی ملک کی نظریاتی، اخلاقی و حقیقی سرحدوں کے درپے ہو گیا ہے۔

ذیل میں میڈیا کا منفی کردار کی چند ایک جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

ا۔ بے حیائی کی ترویج واشاعت

آج کے میڈیا میں فحاشی و عریانیت، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حرکات، قتل و غارت گیری، چوری، ڈکیتی، اغوا، ظلم و ستم کے نئے نئے طریقے دکھائے جاتے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے پروگراموں میں اختلاطِ مرد وزن کو فروغ دیا جاتا ہے، انٹرنیٹ پر لاکھوں ایسی ویب سائٹس لانچ کی گئی جو جنسی انارکی پھیلانے میں لگی ہوئی ہیں۔(۱)

ان پروگراموں کے ذمہ داران کو نہ تو خوف اللہ ہے اور نہ ہی سماج کے برباد ہونے اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے اس لیے نوجوانوں کو اس کا نوٹس لینا چاہیے اور اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے وگرنہ دنیا اباحیت کی آماجگاہ بن جائے۔

۲۔ معاشرتی انتشار

فرقہ واریت کے جذبات کو شہہ دینا، معمولی خامیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کر کے پیش کرنا، اصل اور مطلوب اُمور و مسائل کے بجائے جزئیات اور غیر ضروری امور پر توجہ مرکوز کرنا، مستحکم قیادت سے محروم کرنے کی کوشش کرنا، آج کے میڈیا کا طرہ امتیاز ہے۔ نیز لوگوں کے درمیان انتشار پیدا کرنا، دوسروں کے محاسن کو بالائے طاق رکھنا اور ان پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش کرنا، عوام و خواص کو بغاوت اور نافرمانی پر اُبھارنا، عوام و خواص میں راہنمایانِ قوم کے متعلق شکوک و شبہات کو فروغ دینا۔ یہ سب میڈیا کے منفی کردار کے مظاہر ہیں جو مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔

۳۔ حقائق کو مسخ کرنا

حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرائے میں بیان کرنا قابلِ ستائش ہے لیکن تصنع و تکلف کے لبادے میں ملمع کاری اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہو شہرت اور اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن نیک نامی کا نہیں۔ آج ذرائع ابلاغ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اور انھیں من و عن بیان کرنے کے بجائے حذف و اضافہ اور قطع و بُرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر کے عوام کو گمراہ کرنا، حقائق کا نظروں سے اوجھل کر دینا، اخلاقی قدروں کی پامالی، فتنہ و فساد کا دور دورہ ایسے سنگین جرائم ہیں جو میڈیا کے کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

---

(۱) نذرالحفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۱ء ص:۳۴

۴۔ سنسنی پھیلانا

ذرائع ابلاغ کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ وہ سنسنی پھیلانے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سوچنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ایسی سنسنی خیز بات دوسروں تک پہنچانے کے کیا اثرات ہوں گے۔ ایسی صورت حال کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾[1]

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔

آج صورتحال یہ ہے کہ کسی نے کوئی سنسنی خیز بات کہی تو میڈیا والے بغیر تحقیق کئے اسے دوسروں تک پہنچانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب

آج بین الاقوامی میڈیا کا مرکز توجہ اسلام اور مسلمان ہیں اسی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے جا الزام تراشی ان کا وطیرہ بن چکی ہے، اسلام اور شعائر اسلام، رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، قرآن وسنت، اسلامی حدود وتعزیرات، جہاد اسلامی کے خلاف کسی نہ کسی طرح زہر افشانی ہوتی رہتی ہے۔ آج ہمارا میڈیا بھی کسی حد تک ان کی نقالی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

۶۔ مغرب کا آلہ کار

ذرائع ابلاغ فکرِ اسلامی ہی نہیں بل کہ انسان کو ہلاک وبرباد کرنے لیے، اس وقت بہترین آلہ ہے اور ہر طرح کے ذرائع ابلاغ پر مکمل رسوخ یہود ونصاریٰ کو حاصل ہے۔ دنیا میں جتنی بڑی بڑی اخباری اجنسیاں ہیں، مثلاً: C.N.N, B.B.C وغیرہ، سب یہود ونصاریٰ ہی کے کنٹرول میں ہے۔ وہ خبروں کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عقائد کو بگاڑنے کے لیے آواگون، باطل معبودوں کو فرضی طاقت، جادوگری وغیرہ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

میڈیا کی اصلاح اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں

درج بالا چشم کشا حقائق نے اس واضح حقیقت کو عیاں کیا ہے کہ عصر حاضر کا میڈیا فحاشی وعریانی میں اپنے

---

(۱) سورۃ النور: ۱۵

سرکش گھوڑے کو کس طرح بگٹٹ دوڑا رہا ہے کہ معصوم بچے اور پاک سیرت نوجوان اس کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہے ہیں، یہ میڈیا افراد و اقوام کے مابین کس طرح انتشار پیدا کر رہا ہے، کہ اپنے ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں، افر تفری، قتل وغارت، کا ایک بازار گرم ہے، شام مصر، تیونس، ولیبیا، یمن و عراق، لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں مگر میڈیا کے آدم خور کی خونی پیاس بجھی نہیں بلکہ ہر دم بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے پاس حقائق کو مسخ کرنے کی تکنیک ہے، یہ اجالے کو اندھیرا اور اندھیرے کو روشنی ثابت کرتا ہے، معصوموں کو دہشت گرد اور دہشت گردوں کو انسانیت کے نجات دہندہ ثابت کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، لہذا یہ سنسنی پھیلا کر اعصاب کو شل کر دیتا ہے، سوچنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے پھر اپنا وار کرتا ہے تو زہر میں بجھا ہوا تیر دل کو چیر کر رکھ دیتا ہے، ظلم کی حد تو یہ ہے کہ زخم کا علاج بھی یہ میڈیا خود اپنے طریقوں سے کرتا ہے، لہذا دوا بھی ملتی رہتی ہے اور زخم بھی رستا رہتا ہے۔

عصر حاضر میں میڈیا کی ہلاکت آفرینی کے سامنے بند باندھنے کی ذمہ داری مسلم امہ کے نوجوانوں پر عائد ہوتی ہے وہ انسانیت کو بدامنی و بے چینی، کشت وخون، قتل وغارت سے بچانے کی خاطر اس کا دھارا درست کریں عہد نبوی کے منہج نبوی کو اساس اور بنیاد بناتے ہوئے اسلام کی مسلمہ تعلیمات، روایات و اقدار پر مبنی میڈیا کو تشکیل دیں، میڈیا کے کاغذی ماڈل فراہم کرنے کے بجائے اپنے ادارے تشکیل دیں جو اسلام کی حقانیت کو بھی ثابت کریں، دعوت دین کا بھی پرچار کریں، اور انسانیت کے لئے اپنے آپ کو مسیحا کے طور پر پیش کریں اسی کے اندر انسانیت کی اصلاح و بقاء ہے۔

تجاویز وسفارشات

مقالہ ہذا کی درج ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں جن کے عملی نفاذ سے بہتری کی امید کی جاسکتی ہے:

۱- نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ وقت اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر منہج نبوی کی اتباع کرتے ہوئے میڈیا میں اپنا کردار ادا کریں، تبدیلی وقت کے ساتھ جدت کا اپنانا لازمی ہوتا ہے ،نوجوانوں کو چاہیے کہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی ترویج میں جدید میڈیا، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، سوشل ویب سائٹس، موبائل ایپلی کیشنز کا بھرپور طریقے سے استعمال کریں۔

۲- انسانی نفسیات خوشخبریوں کی جانب مائل ہوتی ہے۔ منہج نبوی کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ نوجوان میڈیا پر ایسے پروگرامز نشر کریں جن میں دنیاوی اور اخروی فوائد کی نوید اور تعلیمات اسلامی کے انحراف پر وعید ہو۔

۳- کردار اور اخلاق سب سے بڑی طاقت ہوتا ہے، منہج نبوی کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ نوجوان

اپنا کردار اُجلا رکھیں تاکہ دشمنانِ اسلام اور وہ افراد جن کے دل میں کجی ہوتی ہے، کو انگلیاں اٹھانے کو موقع نہ ملے۔

۴- نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کا بھرپور طریقے سے استعمال کرتے ہوئے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرکے علماء، فقہاء، صوفیاء، عصری میادین میں کارکردگی رکھنے والے افراد کی ویڈیو حاصل کرکے، سوشل میڈیا پر ان کی تشہیر کریں۔ یہ سرگرمی مسلم امہ میں ترغیب کی محرک بنے گی لوگوں میں مثبت سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور حالات ساز گار ہوں گے۔

۵- تعلیمی اداروں میں شعبہ ابلاغیات کو مغربی افکار کی چھتری مہیا کرنے کے بجائے اسلام کا خوبصورت سائبان مہیا کیا جائے تاکہ غیر اسلامی بلکہ مذہب اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والے افکار کا متبادل پیش کیا جاسکے۔

۶- نجی چینلز کی سرکشی کو پہلے ترغیبی انداز سے کی سدھارنے کی کوشش کی جائے بصورت دیگر قوت نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے قرآن کریم کی "ترہیب" کی پالیسی کو اس طرح اختیار کیا جائے کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

۷- بیرونی میڈیا کے مضر اثرات سے بچاؤ کی خاطر ایک جامع لائحہ عمل اختیار کیا جائے تاکہ نسل نو اور آئندہ کی نسلیں اس کی تابکاری سے محفوظ رہ سکیں۔

۸- صاحب سرمایہ افراد کو ایسے چینلز کے قیام کی ترغیب دی جائے جو معاشرے میں اپنا تعمیری کردار ادا کر سکیں۔ اس مقصد کی خاطر مصارف زکوۃ میں سے ایک اہم مصرف " فی سبیل اللہ " کو بنیاد بناتے ہوئے علماء کی مشاورت اور اجتہاد سے صدقات وزکوۃ کو اسلامی میڈیا کے قیام کے لیے استعمال کیا جائے۔

۹- تعلیمی اداروں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر نوجوانوں کی ٹریننگ کی جائے کہ وہ کس طرح عصر حاضر کے میڈیا میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۱۰- نجی چینلز، سنگرز، اداکاروں اور رقاصوں کو خراج تحسین پیش کرنے کی بجائے علماء، فقہاء، اساتذہ، محققین، پروفیسرز، سائنس دانوں الغرض ان تمام افراد کو بطور ہیرو کے پیش کیا جائے جن کی شبانہ روز محنتوں سے یہ دنیا آباد ہے۔

❁ ❁ ❁

مفهوم الشباب في الكتاب والسنة
نظرات في الواقع واستشراف للمستقبل
Concept of youth in kitāb-o-Sunnah, in contemporary and future perspective

الأستاذ الدكتور فتح الرحمن القرشي*

ABSTRACT

Youth play an important and key role in the development of a nation. They bring change and progress in society. Youth are not only the leaders of tomorrow but also the partners of today. Revolutionary thoughts only come in youth. Youth of any nation play a pivotal role in all the activities in all the fields of life. All the progress in the field of economics, engineering, medical, arts, politics are the fruits of the passions, dreams and hope of youth.

So keeping in view the importance of youth in this article, definition and true meaning of youth have be explained. What period is called a youth period? It is also been discussed in the light of the opinion of different thinkers and scholars. What should be the targets to train the youth. How can a young person be molded and trained into a pious, noble and honest person. This article answers all the questions. It is also suggested that Prophetic method to train the youth in order to fully utilize their capabilities, potentialities and abilities should be adopted. To give them respect, to educate and train them, to make them involve in constructive activities, to engage them in Halal earning and to develop confidence in them are the major action that should be taken to meet the challenges of the future and live a successful life in present. Today's youth should dedicate their lives for Islam by contributing their time, energies and money, youth as the phase of life when an individual can grasp knowledge of Islam and follow it by utilizing his time and talent in the service of humanity by following prophet Muhammad as a role model. All these points are discussed in detail in this article.

Keywords: Future, challenges, society, prophetic method, Youth, responsibilities

* رئيس قسم الحديث وعلومه، الجامعة الإسلامية العالمية، إسلام آباد

مدخل

السؤال الذي يقف أمامنا: ماذا نهدف من تربية الشباب المسلم وإعداده؟ هل نريد منه أن يكون صالحاً في نفسه فقط غير مصلح لغيره من الناس؟ هل نريد من الشباب أن يكون مهتماً بأمره، ولا بأمر غيره؟ هل نريد منه أن يتمثل فيه الدين ثقافة وعلما؟ هل نريد منه أن يؤدي شعائر الإسلام الصلاة والصوم والحج والزكاة؟ هل نريد منه أن يكف البصر، ويصون الفرج، ويحفظ الجوارح، ويرسل اللحية وكفى؟! في الحقيقة أن سؤالنا الواحد تفرعت عنه عدة أسئلة، نشأت منه وارتبطت به كارتباط الفروع بالأصل، ونرى المفكرين والمصلحين يجيبون على هذه الأسئلة بإجابات شافية كافية، فهم يرون أن الهدف من تربيته أن يكون صالحاً في ذاته؛ لأن الفاسد لا يمكن أن يصلح غيره. ثمّ يكون مصلحاً لغيره بعد لتربته ليقوم بمهمة التغيير(١).

المبحث الأول : ضرورة تحديد مفهوم الشباب

حدّ الشباب

قال ابن حجر: "وأصله الحركة، والنشاط، وهو اسم لمن بلغ إلى أن يكمل ثلاثين"(٢)، "وهو من كان دون الكهولة"(٣).

قال القرطبي في المفهم: "يقال له حدث إلى ستة عشر سنة، ثم شاب إلى اثنتين وثلاثين، ثم كهل. وكذا ذكر الزمخشري في الشباب أنه من لدن البلوغ إلى اثنتين وثلاثين، وقال بن شاس المالكي في الجواهر إلى أربعين، وقال النووي: "الأصح المختار أن الشاب من بلغ، ولم يجاوز الثلاثين"(٤).

قال القرافي: "بعد البلوغ شاب إلى ثلاثين سنة، ثم كهل"(٥).

قال ابن نجيم: "فإذا بلغ فهو شاب وفتىً إلى ثلاثين سنة أو ثلاث وثلاثين على الاختلاف"(٦).

وقد فصل الله عزّ وجلّ ذلك في القرآن الكريم فقال جلّ ذكره: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن

---

(١) انظر: عبد الرحمن بلة، التربية الإسلامية للشباب، مقال نشر بمجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، ربيع الآخر- رمضان: ١٤٠١ هـ ص:١٩١

(٢) العسقلاني، ابن حجر، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد فؤاد عبد الباقي، عليه تعليقات العلامة عبد العزيز بن عبد الله بن باز، دار المعرفة، بيروت، ١٣٧٩هـ، ١٠٨/٩

(٣) المصدر السابق، ٢٣٦/١٣

(٤) المصدر السابق، ٢٣٦/١٣

(٥) القرافي، أبو العباس، شهاب الدين أحمد بن إدريس، الذخيرة، تحقيق مجموعة من العلماء، دار الغرب الإسلامي، بيروت، الطبعة الأولى: ١٩٩٤م، ٤٢٦/١٠

(٦) ابن نجيم المصري، زين الدين بن إبراهيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية: بدون تاريخ، ٣٤٥/٤

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ﴾[١]، فأخبر ببداية الطفولة، وأما نهايتها ففي قوله: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾[٢]، فعقلنا بذلك أن ما دون بلوغ الحلم حال طفولة، ولا شيء نعلمه يكون تالياً للطفولة غير الشباب، فعلمنا بذلك أن من احتلم قد صار شاباً.

وهذه مدى الشباب ثم يصير إلى ما بعدها في قول: ﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا﴾[٣]، ثم وضّح بلوغ الأشدّ بقوله: ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾[٤]، "فعقلنا بذلك أن من بلغ الأربعين سنة فقد بلغ أشدّه وخرج بذلك من الشباب إلى الشيخوخة"[٥]، وفترة ما بين البلوغ إلى أن يبلغ الأربعين سنة تدخل فيها فترة الكهولة والاكتمال.

قال الطحاوي: "وأسنان الكهول يدخل في أسنان الشباب؛ لأنه يقال: شاب كهل، فيجعل كهلاً وهو شاب، ولا يقال شيخ كهل، إنما يكون شيخاً بعدما يخرج من التكهل. والتكهل هو آخر مدة الشباب، ومنه قالوا: قد اكتهل هذا الزرع، يعنون: إذا بلغ الحال الذي يحصد مثله عليها"[٦].

فالشباب مرحلة قوة وعطاء في حياة الإنسان؛ مرحلة قوة بين ضعفين، قوة بين ضعف الطفولة، وضعف الشيخوخة، وهذه المرحلة العمرية هي أغلي فترة في حياة الإنسان، والأفراد في هذه الفترة هم أغلي ثروة في المجتمع، وهم القيمة الكبرى لحياة الأمة، وتنبع أهميتهم من مقومّات القوة، والحيوية، والحماسة.

ويتطلع الإنسان في مرحلة الشباب إلى تحقيق حياةٍ كريمةٍ وآمنة؛ إذا وجد الأمن، والإمكانيات لبناء حياة أسرية مستقرة من أجل تحقيق الذات، والمكانة الاجتماعية المرموقة.

والشباب هم أمل الأمة الواعد، وقادة ورجال الغد الذين يقع عليهم تطور المجتمع في كافة نواحيه الاجتماعية والثقافية والسياسية والاقتصادية، وبأيديهم تتحقق الطموحات، ويعتمد ذلك على ما يقدم للشباب من رعاية لتنمية مهاراتهم القيادية، وتدريبهم على حسن التصرف واتخاذ القرارات في الأوقات المناسبة.

ويرى علماء الاجتماع أن هذه الفئة تمثل القوة الأساسية للمجتمع، وتطويره لذلك يلزم القادة الاجتماعيين تحديث السياسات، ووضع البرامج والخطط اللازمة لتنمية مهارات الشباب، وتزويدهم بالخبرات، والاتجاهات اللازمة لجميع التصرفات.

---

(١) سورة غافر، الآية: ٦٧

(٢) سورة النور، الآية: ٥٩

(٣) سورة غافر، الآية: ٦٧

(٤) سورة الأحقاف، الآية: ١٥

(٥) الطحاوي، أبي جعفر، أحمد بن محمد بن سلامة، شرح مشكل الآثار، تحقيق:شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى:١٤١٥هـ، ٥/٢١٤

(٦) المصدر السابق، ٥/٢٢٠

المبحث الثاني: واقع شباب الأمة المسلمة

واقع الأمة الإسلامية عامة، واقع ظاهر وبادٍ للعيان، لا يكاد يخفى أحد، فقد تعرض لانحرافات وأمراض متعددة ومتنوعة بحيث لا يكاد يسلم منه جانب: لا في الشريعة، ولا في العبادة، ولا في العقيدة[١]، والشباب جزء من هذه الأمة! فلم تسلم لهم تلك الجوانب الثلاثة: العقائد والعبادات والمعاملات.

أولا: العقيدة

أخطر الانحرافات التي تعرض لها شباب المسلم هي الانحرافات العقائدية، إذ يهدف أعداء الأمة إلى استبدال عقيدة الإسلام بمبادئ كافرة! وهؤلاء الأعداء طوائف متعددة، وسلكوا لأهدافهم طرقاً متنوعة، ولبسوا لها أثواباً مختلفة، وجميعها تهدف إلى توهين العقيدة الإسلامية أثرها في النفوس، وتفتيت وحدة العقيدة التي استعصت عليهم عبر القرون الطويلة.

ثانيا: العبادة

أ- الغلو المفرط في أدائها

فالخوارج ومن نحا نحوهم شقّوا على أنفسهم، وحملوا فوق طاقتهم من قيام الليل، وصيام النهار حتى ظهر ذلك على وجوههم وأجسادهم. قال ابن عباس ﷺ بعد أن زارهم: "فدخلت على قوم لم أر قط أشد منهم اجتهاداً، جباههم قرحة من السجود، وأياديهم كأنها ثفن الإبل[٢]، وعليهم قمص مرحضة مشمرين، مسهمة وجوههم من السهر"[٣].

وهم الذين عناهم النبي ﷺ في حديث ذي الخويصرة التميمي، فعن أبي سعيد الخدري ﷺ قال: بينا نحن عند رسول الله ﷺ وهو يقسم قسما أتاه ذو الخويصرة، وهو رجل من بني تميم، فقال: يا رسول الله! اعدل، قال رسول الله ﷺ: «وَيْلَكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ»، فقال عمر بن الخطاب ﷺ: يا رسول الله ائذن لي فيه أضرب عنقه قال رسول الله ﷺ: «دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنْ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنْ الرَّمِيَّةِ»[٤].

---

(١) الغامدي، أحمد بن سعد حمدان، الوحدة الإسلامية: أسسها ووسائل تحقيقها، مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، العدد (٦٥-٦٦)، محرم - جماد الآخرة: ١٤٠٥هـ، ص:٤١

(٢) الثفنة واحدة ثفنات البعير، وهو ما وقع على الأرض من أعضائه إذا استناخ وغلظ كالركبتين وغيرهما. انظر: الزبيدي، مرتضى، محمّد بن محمّد ، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، بدون تاريخ، ٣٣٠/٣٤

(٣) ابن الجوزي، أبو الفرج، عبد الرحمن بن علي بن محمد، تلبيس إبليس، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ٢٠٠١م، ص:٨٣

(٤) البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبد الله، الجامع الصحيح المختصر، رقم الحديث:٣٦١٠، تحقيق: د. مصطفى ديب البغا. دار ابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة:١٩٨٧م، ٦١/٤

ب- الإهمال المطلق للعبادات

اتصف هؤلاء الغلاة بإهمال العبادات واكتفوا بالتلفظ بالشهادتين، وهذا انحراف كان من نتائج الإرجاء الذي لا يعتبر العمل جزءً من الإيمان إذ الإيمان يثبت عندهم بالقول فقط والله المستعان.

ج- عدم الالتزام بالأداء الصحيح للعبادة

فتراهم أحدهم يؤدّون العبادات، ولكن لا يلتزمون فيها بالشروط، والواجبات اللازمة لصحتها وقبولها، ولا بأوقاتها التي خصصت لها. والنبيّ ﷺ قد قال: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ»[١]، وقال: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»[٢]، وقال: «خُذُوا مَنَاسِكَكُمْ»[٣]، وقال تعالى: ﴿قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عليهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ﴾[٤].

ثالثا: المعاملات

أ- محاربة الشريعة واستبدال القوانين الوضعية بها

من آثار الاستعمار العسكري والفكري الذي فرق الأمة، وأفسد عقليتها بحضارته، وصناعته، وكفره وجحوده، محاربة الشريعة الإسلامية، واستبدالها بالقوانين الوضعية، فألغيت الخلافة الإسلامية نهائياً، وقطعت الدول صلتها بالإسلام، وقامت أنظمة علمانية تفصل بين الدين والدولة، والمجتمع، وتراثه، وثقافته، وبين حاضره وماضيه! مع محاربة جميع المظاهر الإسلامية، واستبدال جميع الدساتير القائمة على الإسلام بدساتير مدنية بحتة[٥].

ب- التوفيق بين الشريعة والأنظمة الوضعية

نظروا في الشريعة فأخذوا منها ما يتعلق بالأحوال الشخصية، وكملوا الجوانب الأخرى من حياة الناس من القوانين الوضعية، وذلك من زعمهم بأن الدين يختص فقط بالعقيدة، والعبادات، وجحدوا أن يكون له أي مدخل في جوانب الحياة السياسية والاقتصادية والقضائية.

المبحث الثالث: صناعة مستقبل شباب الأمة المسلمة

نأتي الآن إلى السؤال الذي بدأنا هذا البحث وهو: كيف أعدّ الرسول ﷺ الشباب المسلم لتحمل مهام

---

(١) صحيح البخاري، ٢٤١/٣

(٢) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٣٠، ١٦٢/١

(٣) مسلم، ابن الحجاج القشيري، المسند الصحيح، رقم الحديث:٣١١٥، دار الجيل بيروت، دار الأفاق الجديدة بيروت، ٧٩/٤

(٤) سورة الأنعام، الآية: ٤٣، ٤٤

(٥) الوحدة الإسلامية: أسسها ووسائل تحقيقها، ص:٤٧

الأمة العظيمة؟ وكيف جهّزهم لكي يواصلوا رفع راية الإسلام من بعده؟ وكيف نمّى مواهبهم، واستفاد طاقاتهم؟ ذلك ما نناقشه في مطلبين:

المطلب الأول: هدي النبي ﷺ في توليد الطاقات

عمل النبي ﷺ على اكتشاف مواهب الشباب، تنمية إمكاناتهم، وتفجير طاقاتهم الكامنة ويظهر ذلك جلياً من خلال النقاط التالية:

(١) القدوة الحسنة

وضع الرسول ﷺ نموذجاً ليكون قدوة ومثالاً حياً لأمته كما جاء في قوله تعالى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[١] فقد كان ﷺ خير قدوة للمسلمين في كل الأمور[٢]، وفي سبيل الله، وتربية أصحابه عامة، والشباب منهم خاصةً، لابد له من مواجهة حظوظ النفس، والبعد عن مفاتن الحياة الدنيا وزخرفتها، فضرب في ذلك مثلاً في الصبر والاحتمال وبلغ فيه حداً يصعب الوصول إليه، وقد جاءت أحاديث كثيرة تدل على ذلك، منها: عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: «مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ»[٣].

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: خرج رسول الله ﷺ ذات يوم أو ليلة، فإذا هو بأبي بكر وعمر رضي الله عنهما، فقال: «مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ ؟» قالا: الجوع يا رسول الله، قال: «وَأَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَخْرَجَنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا»[٤].

(٢) الزهد المحمود

بيّن الرسول ﷺ لأمته الزهد في الدنيا، وما فيها من نعيم، وبين لهم عملياً معنى الزهد وهو: "ترك كل شيء لا ينفع في الدار الآخرة، وثقة القلب بما عند الله"[٥]، وأما في الظاهر: "فترك الفضول التي لا يستعان بها على طاعة الله من مطعم وملبس ومال وغير ذلك"[٦]. "المراد إخراجها من قلبه بالكلية، فلا يلتفت إليها، ولا يدعها تساكن قلبه، وإن كانت في يده، فليس الزهد أن تترك الدنيا من يدك، وهي في

(١) سورة الممتحنة، الآية: ٠٦

(٢) راجع ، حوى سعيد، الرسول ﷺ، دار العلوم بيروت، ١٩٧٠م، ص:١٤١

(٣) صحيح البخاري، ٩٨/٧

(٤) صحيح مسلم، رقم الحديث:٥٣٦٣

(٥) راجع: ابن تيمية، أبو العباس أحمد بن عبد الحليم، الزهد والورع والعبادة ، تحقيق: حماد سلامة ومحمد عويضة، مكتبة المنار، الأردن، الطبعة الأولى:١٤٠٧هـ، ص:٧٤

(٦) المرجع السابق ص:٧٤

قلبك، وإنما الزهد أن تتركها من قلبك وهي في يدك"[١].

وكان الرسول ﷺ يعلّم أصحابه أن إدراك المطالب العالية ونيل الدرجات الرفيعة لا يرتبط طرداً بوفرة إمكانات ووسائل مادية بقدر ما هو مرتبط بالإيمان والأعمال الصالحة، كان يقول ﷺ: «فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُم»[٢].

(٣) الإنفاق والتصدق

كان الرسول ﷺ يعلّم أصحابه الزهد في الدنيا، وينهى عن التبذير في كل شيء، ويحث على الإنفاق والتصدق، لكي تسمو النفوس وتتهذب، ولا يبقى في المجتمع جائع أو عار، يكونوا كالبنيان المرصوص، ويكون مجتمعهم إسلامياً كالجسد الواحد، فعن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا»[٣].

(٤) الاستغفار والرزق

إن طاعة الله عزّ وجلّ وشكره، سبب لنزول الرحمات والبركات، كما أن معصيته، والإعراض عن سبيله سبب للقحط، والنقمة، والعقاب! فقد كان الرسول ﷺ يعلّم أصحابه اللجوء إلى الله، واستغفاره، وطلب الرحمة منه، وعلّمهم أذكار الصباح والمساء، وفي كل الأحوال والمناسبات، قال تعالى: ﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَارًا﴾ [٤].

المطلب الثاني: منهج النبي ﷺ في استثمار طاقات الشباب

عمل النبي ﷺ بعد تهيئة الصحابة رضي الله عنهم، وتحفيزهم، وتوليد طاقاتهم وإمكاناتهم على استغلال هذه الإمكانات والطاقات في خدمة المجتمع المسلم، فشرع بالتركيز على المحفزات التالية:

(١) تكريم الشباب والاحتفاء بهم

إذا أخلص الشباب انتماءه لدينه؛ وتمسكه به، ودعوته إليه، وجاهد في سبيله، استحق أن توضع في صدره أوسمة المجد والفخار[٥]، قال تعالى عن أهل الكهف: ﴿إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ

(١) ابن القيم، الجوزية، محمد بن أبي بكر، طريق الهجرتين وباب السعادتين، دار السلفية، القاهرة–مصر، الطبعة الثانية:١٣٩٤هـ، ص:٢٥٢

(٢) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٣١٥٧، ١١٧/٤

(٣) صحيح البخاري، رقم الحديث:١٤٤٢، ١٤٢/٢

(٤) سورة نوح، الآية: ١٠–١١

(٥) التربية الإسلامية للشباب، ص:١٩٥

هُدىً﴾[١]، فسجّل موقفهم قرآناً عربياً يتعبد بتلاوته، والرسول ﷺ أثنى على الشاب الناشئ في طاعة الله، وجعله مع السبعة الذين يظلهم الله تحت ظله يوم القيامة، فقال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ»[٢].

(٢) الحلقات الدراسية الخاصة بالشباب

أتينا إلى النبيّ ﷺ ونحن شببة متقاربون فأقمنا عنده عشرين يوماً وليلة ، وكان رسول الله ﷺ رحيماً رفيقاً، فلما ظن أنا قد اشتهينا أهلنا، أو قد اشتقنا سألنا عمن تركنا بعدنا، فأخبرناه قال: «ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ»[٣].

(٣) الإحصان والحث على الزواج

الزواج يزيد الشباب استقراراً، وحرصاً على العمل، والإنتاج، والكفاءة، ولذا حثهم النبي ﷺ على الزواج، فعن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: كنا مع النبي ﷺ شباباً، لا نجد شيئاً، فقال لنا رسول الله ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»[٤].

(٤) حث الشباب على التخصص وتطوير الذات

حثّنا ديننا الإسلامي على استثمار طاقاتنا الفردية، واكتشاف مواهبنا الذاتية، والاستفادة منها، بقدر الطاقة والسعه، في قوله تعالى: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾[٥]، وقد كان رسول الله ﷺ يكتشف مواهب وطاقات أصحابه، ويستعملهم وفقاً لذلك، فقد اكتشف في أبي بكر وعمر رضي الله عنهما سداد الرأي، والصدق، والإخلاص فجعلهما مستشاريه المقربين.

واكتشف في غزوة الخندق خبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه عندما أشار بخطة للدفاع عن المدينة بحفر الخندق فأخذ ﷺ بذلك!

واكتشف في خالد بن الوليد رضي الله عنه خبرته وحنكته العسكرية، فعينه قائداً على الجيوش، واكتشف في بلال رضي الله عنه حسن صوته وتدبيره، فجعله مؤذناً في المسجد ﷺ، وهكذا كان اختياره لكتبة الوحي وفي إرساله للرسل كان يختار الشباب.

---

(١) سورة الكهف، الآية: ١٣
(٢) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٦٠، ١٦٨/١
(٣) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٣٠، ١٣٤/١
(٤) صحيح مسلم، رقم الحديث: ٣٣٨١، ١٢٨/٤
(٥) سورة الطلاق، الآية: ٧

(٥) الإعمار والبناء

امتثالاً لقوله تعالى: ﴿هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾[١] فإن مهمة المسلم في هذه الأرض تتمثل في عبادة الله بمعناها الأشمل، والتي تشمل طاعته في الفرائض من الصلاة والصيام... وكذلك طاعته في المعاملات، وطاعته في الإعمار والبناء، والقيام بكل مهام الخلافة، وإن استصحاب المسلم لهذه المعاني تدفعه للبحث عن دور مناسب ونافع ومفيد يتناسب مع المهمة الملقاة عليه، ويتناسب مع إمكاناته التي وهبها الله له.

(٦) العمل اليدوي والاعتماد على النفس

حثّ الرسول ﷺ أصحابه على كل أشكال العمل الزراعي والرعوي، والتجاري، والحرفي، وكل الأعمال النافعة المفيدة؛ فعن المقدام رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال:« مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ»[٢].

كلمة الختام:

إن مرحلة الشباب من أهم مراحل الحياة، والشباب هم ثروة الأمم الحقيقية، وهم القيمة التي تقاس بها تقدم الأمم وتأخرها، وإن الإسلام ما ترك هذه الثروة سدىً، بل استعملها في إعمار الأرض وإعلاء كلمة الله فيها، فإن الشباب المسلم اليوم يتعرض لعدة انحرافات، وأخطرها في العقيدة، ثم إنه يتورط بين الغلو المفرط في أداء العبادات والإهمال المطلق لها، واستبدال القوانين الوضعية بالشريعة الإسلامية، وانحرافات أخرى، وسبيل الخروج من هذه الأزمة هو هدي النبي ﷺ، حيث يجب العمل باكتشاف مواهبهم أولًا واستخدامها للقضاء على هذه المشاكل ثانياً، وذلك يتجلى بكل وضوح من تعامل النبي ﷺ مع الشباب.

ونظراً إلى ما وصلنا إليه من نتائج نقول: لابد من الاهتمام بالتربية الإيمانية للشباب، وتقديم النصيحة الخالصة، والمعرفة الصحيحة على حسب نموه العقلي، والتأكد من صلاح الصحبة التي يلتقي بها، ويخرج معها؛ وتنظيم أوقات الأبناء وإشعارهم بقيمة الوقت وأنه هو الحياة.

❁ ❁ ❁

(١) سورة هود، الآية: ٦

(٢) صحيح البخاري، رقم الحديث:٢٠٧٢، ٣/٧٤

من مشاكل الشباب اليوم فقدان العلم والتربية وكيفية معالجتها

Lack of education in upbringing and transformation of Muslim youngsters and its solution

الدكتور أمجد حيات*

ABSTRACT

Youth is asset of a nation and it's our luck that Muslim Ummah and specially Pakistan consists of 60% youngsters. Therefore, we thank to Almighty Allah but with great the passage of time due to our lack of intrest this asset is going to deteacked, which is a great loss of Muslim Ummah. .This article is an effort to determine the difficulties and issues of Muslim youngsters and then their solution in the light of the Holy Quran and the Sunnah of the prophet (ﷺ). As well as this study also points out the solutions of the current issues of youngsters. If we try to know the reasons of the difficulties of youngsters bared on ignorance and illiteracy and we should give them prior importerne. We cannot ignore the significance of the role of youngsters in the development of Islamic society. This paper tells the Islamic knowledge, Islamic education and love to Allah and his kind prophet (ﷺ) as role model and ethical grooming on the basis of faith, Islamic worships and morality are necessary tools for that grooming and reformation. Side by side we cannot forget the role of family system, mosques and madrasas, friends and the society in character building of youngsters and specially the role of mosques to educate the society, especially youngsters.

Keywords: *Problems of youngsters, solutions, Islamic education and transformation, Muslim family system, Islamic code of ethics, transformation .*

* الأستاذ المساعد، قسم العلوم الإسلامية، الجامعة القومية للغات الحديثة (نمل)، إسلام آباد

إن الحمد لله؛ نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضّل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، وبعد:

التمهيد

لاشك أن الشباب هم أكثر عدداً من مجموع الأمة في العصر الحاضر، و يمثل قلب الأمة النابض، وقوتها الدافعة، ودرعها الواقي، ومهما كان لونه وجنسه ودينه فهو عامل قوي لرقي المجتمع البشري، بل هو ركيزة أساسية يقوم عليها بناء الحضارة الإنسانية، ولصلاحه وإصلاحه آثار حميدة ونتائج مفيدة كما أن لفساده وإفساده عواقب وخيمة ملموسة في المجتمعات البشرية، وإذا ما ننظر بالنظرة الفاحصة إلى مرحلة الشباب، نجد أنها مرحلة توجد فيها التأثر والتأثير، إذن هي مرحلة يحتاج فيها الشباب حاجة ماسة إلى التوجيه والترشيد والتبصير والعناية والرعاية[١].

العلم والتربية منيرا الظلمة للشباب، وباعثا النهضة، وهما سلاح لكل شاب ولكل مجتمع يتحصن بهما ويهابه العدو، وهما أساس لسعادة الشباب، والعلم يمحو الأمية، ويزوده بمعلومات في شتى المجالات ومنها معرفة الله تعالى، وفقدانهما يورد المهالك، ويجلب المصائب على الشباب، ويجره إلى الوقوع في المعصية، واقتراف الجرائم، وانحراف الفكر، وانتهاك المحارم.

فـما مفهوم العلم والتربية عند العلماء؟ وما العلاقة بينهما؟ وما هي مبادئ التربية الإسلامية للشباب ووسائطها؟ وما مسؤولية المجتمع في تربية الشباب في ضوء السيرة النبوية؟ فهذه المقالة إجابة عن هذه التساؤلات باستقراء وعرض الأدلة من الكتاب والسنة التي تؤيد هذه المحاور.

محتويات البحث

يشتمل هذه المقالة على تمهيد وأربعة مباحث ونتائج البحث، والمباحث هي:

المبحث الأول: مفهوم العلم والتربية والعلاقة بينهما

المبحث الثاني: مبادئ التربية الإسلامية للشباب

المبحث الثالث: وسائط التربية الإسلامية للشباب

المبحث الرابع: مسؤولية المجتمع في تربية الشباب

---

(١) انظر: عبد الرحمن بله علي، التربية الإسلامية للشباب، مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، العدد: ٥٠-٥١، ربيع الآخر – رمضان ١٤٠١هـ، ص: ١٠٩
الرابط لتحميل العدد: http://docportal.iu.edu.sa/iumag/pdf/258.pdf

المبحث الأول: مفهوم العلم والتربية والعلاقة بينهما

أولًا: مفهوم العلم لغة واصطلاحاً

فالعلم لغة: مصدر قولهم: عَلِمَ يَعْلَمُ عِلْماً وهو مأخوذ من مادّة (ع ل م) الّتي تدلّ على أثر بالشّيء يتميّز بها عن غيره، قال الرّاغب رحمه الله: "وعلّمته وأعلمته في الأصل واحد، إلّا أنّ الإعلام اختصّ بما كان بإخبار صحيح، والتّعليم اختصّ بما يكون بتكرير وتكثير حتّى يحدث منه أثر في نفس المتعلّم "[١] .

العلم اصطلاحا: قال الجرجانيّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "العلم هو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع"[٢]. وقال الفيروز آباديّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "العلم ضربان: الأوّل: إدراك ذات الشّيء. والثّاني: الحكم على الشّيء بوجود شيء هو موجود له، أو نفي شيء هو منفيّ عنه، فالأوّل يتعدّى إلى مفعول واحد، والآخر يتعدّى إلى مفعولين، والعلم من وجه آخر ضربان: نظريّ وعمليّ، ومن وجه ثالث: عقليّ وسمعيّ"[٣].

وقال أبو حامد الغزاليّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "العلم هو معرفة الشّيء على ما هو به"[٤] .

ثانياً: تعريف التربية لغة وإصطلاحا

التربية لغة: عندما نرجع إلى معاجم اللغة العربية نجد لكلمة التربية أصولا لغوية ثلاثة:

الأول : ربا يربو بمعنى زاد ونمى، وهذا المعنى مستخدم في القرآن الكريم أيضا.

الثاني: ربى يربى على وزن خفي يخفى، ومعناها نشأ وترعرع .

الثالث : ربّ يربّ بوزن مدّ يمدّ بمعنى أصلحه، وتولى أمره، وساسه وقام عليه ورعاه.

إذن هي كلمة لها ثلاثة أصول لغوية، وتتغير معناها مع تغير أصولها، ولها معان أخرى أيضا غير ما ذُكر، مثل المالك والمدبّر والمربي والمنعم والقيّم. ولايطلق غير مضاف إلا على الله تعالى، وإذا أُطلق على غيره يقال: رَبُّ كذا[٥].

---

(١) انظر: ابن فارس، أبو الحسين، أحمد بن فارس بن زكرياء، معجم مقاييس اللغة، تحقيق: عبد السلام محمد هارون، دار الفكر بيروت، ١٩٧٩م، ١٠٩/٤.

(٢) الجرجاني، علي بن محمد بن علي الزين الشريف، التعريفات، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ١٤٠٣هـ -١٩٨٣م، ص: ١٥٥

(٣) الفيروز آبادي، مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب، بصائر ذوي التمييز، تحقيق: محمد علي النجار، المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية، لجنة إحياء التراث الإسلامي، القاهرة، ٨٨/٤

(٤) الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الطوسي، إحياء علوم الدين، دار المعرفة بيروت، ٢٩/١

(٥) الجزري، ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد، النهاية في غريب الحديث، تحقيق: طاهر أحمد الزاوي ومحمود محمد الطناحي، المكتبة العلمية، بيروت، ١٣٩٩هـ - ١٩٧٩م، ١٧٩/٢؛ ابن منظور، محمد بن مكرم بن على الأنصاري، لسان العرب، دار صادر، بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤١٤هـ، ٣٩٩/١

التربية اصطلاحاً: هي عبارة عن التنشئة والرعاية التي تعني بتنمية جميع جوانب شخصية الإنسان في جميع مراحل حياته[١].

العلاقة بين العلم والتربية

بعد بيان مفهوم العلم والتربية ننتقل إلى توضيح الفرق بين التربية والتعليم؛ إن الهدف الأساسي من التربية العملية إيصال المربّى إلى مرحلة الكمال التي تتطلب الشريعة الإسلامية من الإنسان؛ وهي تتضمن جميع جوانب الشخصية الإنسانية، وهي تحصل بوسائل؛ منها:

التعليم: فالتعليم من وسائل التربية الإسلامية، وأن دائرته أضيق من دائرتها؛ لأنه مشتمل بموضوع خاص، وأن الهدف الأساسي من التعليم قد يكون حصول معرفة، كما يكون أيضا التدرب على مهارة، أو ضبط عبارة من عبارات الأدبية، أو أصول من أصول الرياضية أو الطبيعية.

وأما التربية فهي عملية التنشئة والرعاية والتوجيه من جانب الكبير تجاه الصغير، والعالم حيال المتعلم، إذن التربية تتخذ العلم وسيلة لتربية مشاعر الإنسان، وتنميته في أقدار العقدية والخلقية وغير ذلك.

ومما سبق يتبين أن الجمع بين التربية والتعليم، أمر لابد منه؛ لأنّ الفصل بينهما له أضرار كثيرة على حياة الفرد والمجتمع، وبدأ في الإسلام علمُ التربية والتعليم مع بزوغ فجر الإسلام مما يدل على علاقهما وتلازمهما في عهد النبوة كما ذكره أبو ثعلبة الخشني ﷺ قال: لقيت رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله ادفعني إلى رجل حسن التعليم، فدفعني إلى أبي عبيدة بن الجراح، ثم قال: «قَدْ دَفَعْتُكَ إِلَى رَجُلٍ يُحْسِنُ تَعْلِيمَكَ وَأَدَبَكَ»[٢].

المبحث الثاني: مبادئ التربية الإسلامية للشباب

إن الإسلام يربّي الشباب على مبادئ الإيمان، الأمور العقدية السليمة التابعة من الكتاب والسنة، وكذلك ما يتعلق بحسن الأخلاق، وما يتميز بها هذه الأمة من الأمم السابقة وهي الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وجرأة في أداء كلمة الحق عند سلطان جائر.

ومن مسؤليات الآباء والأمهات والمعلمين والمربّيين العناية بتربية الشباب؛ لأن الخيرية للأمة الإسلامية لا تتحقق إلا باهتمام هذا الواجب تجاه الشباب، وأن الشباب هم أغلى ثروة وقيمة في حياة المجتمع طاقة، وعلى عاتقهم تطور المجتمع في كافة المجالات.

---

(١) المناوي، زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف، التوقيف على مهمات التعريف، تحقيق: عبد الخالق ثروت، عالم الكتب، القاهرة، الطبعة الأولى: ١٤١٠هـ-١٩٩٠م، ص:٩٥

(٢) الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الكبير، باب ما جاء في فساد الناس عند إظهار الخمور واستحلال الحرير والفروج، رقم الحديث: ١، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة الثانية، ١٥٧/٣

وإليكم بعض المبادئ الإسلامية لتربية الشباب، وهي كما يلي:

المبدأ الأول: التربية على العقيدة الصحيحة والعبادة

لا شك أن العقيدة الصحيحة والراسخة هي أساس التربية، ولذلك فقد دعا النبي ﷺ في مكة طيلة مدته إليها، بل كان دعوته إلى التوحيد من غاية جهده في هذه الفترة الابتدائية حيث يكون أصحابه مطهّرة من شوائب الشرك، ومخلصا لله تعالى إرادة وقصداً وعبودية.

وأن الآيات القرآنية تركّز في هذه الفترة الابتدائية على أمور الإيمانيات، من الإيمان بالله تعالى وتوضيح صفاته وأسمائه، والإيمان برسله وكتبه وملائكته والبعث والنشور وغيرها، وكان ﷺ أول ما يدعو الناس إلى كلمة التوحيد لا إله إلا الله، وهو أول ما دعا إليه الرسل عليهم السلام جميعاً، فيقول الله تعالى: ﴿وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلاَّ نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلهَ إِلاَّ أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾[١].

وكذلك نجد من أولويات التربية النبوية تربية النفوس على العبادة الصادقة والصلة القوية بالله والارتباط به، فالصلاة من أهم ما يجب أن يتعلّمه ويعمله المسلم بعد الشهادتين، وهي أعظم صلة للعبد بربه، ولذلك كان للرعيل الأول حظ وافر منها، فكانوا يقومون الليل مع الرسول ﷺ حتى تورمت أقدامهم، ودلت أحاديث الرسول ﷺ على العناية والاهتمام بالصلاة، وأنها أعظم الأركان بعد الشهادتين، وما ذاك إلا لما فيها من صلة بالله تهذب النفوس وتزكّي الروح وتقوّم السلوك وتنهى عن الفحشاء والمنكر، فعلى المربين أن يعتنوا بهذا الجانب المهم، بأن يغرسوا في نفوس الناشئة حبّ الصلاة، والحرص على أدائها وإقامتها على الوجه الأكمل، وأن يكونوا لهم في ذلك قدوة.

ومن معالم التربية النبوية غرس اليقين بالآخرة في النفوس والتذكير بها، وجعلها هي الهم والغاية التي يسعى إليها المسلم، واليقين بالآخرة من أعظم أسباب صلاح النفوس واستقامتها، وهو ركن أصيل في إيمان العبد المسلم وصلاحه واستقامته، ولهذا نجد أن الله سبحانه وتعالى جعله من أهم صفات المؤمنين، قال تعالى: ﴿وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾[٢]، ونجد القرآن الكريم لا تخلو صفحة من صفحاته من التذكير بالآخرة وما فيها.

المبدأ الثاني: التربية الأخلاقية

لقد أعطى الرسول ﷺ للأخلاق منزلة عالية تمثلت في توجيهاته ﷺ وفيما أعطى للأخلاق من أهمية، وما بذل في سبيل ترسيخ الأخلاق وغرسها في نفوس أصحابه منهجاً رائعاً آتى ثماره، وكان خير منهج في تقويم السلوك والدعوة للخلق الحسن. وذلك يتمثل في الأمور الآتية:

---

(١) سورة الأنبياء، الآية: ٢٤

(٢) سورة البقرة، الآية: ٤

أولا: كان ﷺ قبل أن يوجّه أصحابه إلى اتباع الخلق الحسن كان خير قدوة لهم في ذلك، فقد كان عليه السلام قمة سامقة في الأخلاق السامية حتى شهد له بذلك القرآن الكريم، قال تعالى: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾(١)، وقال تعالى: ﴿لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ﴾(٢).

ثانيا: وجعل الرسول ﷺ للأخلاق مكانة عالية في النفوس، فمن ذلك أن جعلها من مقاصد بعثته عليه السلام، فقد صح عنه ﷺ قوله: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلاقِ وصَالِحَ الْأَخْلَاقِ»(٣)، فلقد علّق أمر البعثة بتتميم الأخلاق.

ثالثا: ربط الإسلام بين جميع العبادات المشروعة والأخلاق، فإن الله سبحانه وتعالى قد جعل النهي عن الخلق السيء من مقاصد الصلاة الواجبة، قال تعالى: ﴿إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهى عَنِ الْفَحْشاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾(٤)، فالآية تشمل ما فحش ونكر من القول والفعل، والزكاة المفروضة إنما هي طهارة من أدران البخل والشح وتعويدها على الإحسان إلى الفقراء، قال تعالى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِها﴾(٥)، والصوم أيضا يهذّب النفس عن الشهوات المحظورة، كما قال الرسول ﷺ تقريراً لهذا المعنى: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»(٦)، والحج فيه تعويد على المعاني الخلقية، قال تعالى: ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُوماتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلا رَفَثَ وَلا فُسُوقَ وَلا جِدالَ فِي الْحَجِّ﴾(٧) .

رابعا: كذلك جعل الإسلام بين الإيمان والأخلاق علاقة وثيقة، فيقول عليه الصلاة والسلام: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا»(٨)، وقد جعل الرسول ﷺ كثيراً من الأخلاق من شعب الإيمان فمن ذلك الحياء، وإماطة الأذى عن الطريق، يقول عليه الصلاة والسلام: «الْإِيمَانُ

---

(١) سورة القلم، الآية: ٤

(٢) سورة التوبة، الآية: ١٢٨

(٣) البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح الأدب المفرد، حقق أحاديثه وعلق عليه: محمد ناصر الدين الألباني، دار الصديق للنشر والتوزيع، الطبعة الرابعة: ١٩٩٧م.

(٤) سورة العنكبوت، الآية: ٤٥

(٥) سورة التوبة، الآية: ١٠٣

(٦) صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، رقم الحديث: ١٩٠٣

(٧) سورة البقرة، الآية: ١٩٧

(٨) الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، السنن، أبواب الرضاع عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، رقم الحديث: ١١٦٢، تحقيق : أحمد محمد شاكر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الثانية:١٣٩٥ هـ - ١٩٧٥م. وقال المحقق: صحيح

بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنْ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنْ الْإِيمَانِ»[١].

خامسا: جعل الرسول ﷺ للخلق منزلة عالية في الآخرة وذلك ببيانه لجزيل الأجر والثواب الذي يحصل عليه صاحب الخلق الحسن، فعن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ» [٢].

سادسا: بعد هذا كله كان الرسول ﷺ إذا رأى في أصحابه جنوحاً عن الخلق السليم، قوّم ذلك ووجّه أصحابه إلى ما يجب أن يكونوا عليه من أخلاق، ومن أمثلة ذلك ما روي عن المعرور بن سويد، فقال: لقيت أبا ذر بالربذة وعليه حلة وعلى غلامه حلة، فسألته عن ذلك، فقال: إني سابيت رجلاً فعيرته بأمه، فقال لي النبي ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمْ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ»[٣].

المبحث الثالث: وسائط التربية الإسلامية للشباب

يقصد بالوسائط: الأمكنة والذوات التي لها آثار نافعة في تكميل العملية التربوية للشباب وتتميمها لما لها من وظائف تربوية في أيّ مجتمع من المجتمعات الإسلامية، ونذكر هنا أهمها، وهي ما يلي:

أولا: التربية بالقدوة

القدوة من الاقتداء، وهو أن يفعل المرء مثل فعل غيره تشبها به[٤]. ولقد كان رسول الله ﷺ خير قدوة لأصحابه، وكذا حال الأنبياء عليهم الصلاة والسلام حيث جعلهم الله قدوة وأسوة لأممهم، فما كانوا ليأمروا بما يخالفونه أو يقولوا مالا يفعلونه. يقول تعالى عن شعيب عليه السلام: ﴿وَما أُرِيدُ أَنْ أُخالِفَكُمْ إِلى مَا أَنْهاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلاَّ الْإِصْلاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَما تَوْفِيقِي إِلاَّ بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾[٥].

---

(١) مسلم، ابن الحجاج بن مسلم، المسند الصحيح، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان، رقم الحديث:٥٧، تحقيق: فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، (دون سنة النشر)

(٢) أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني، السنن، كتاب الأدب، باب حسن الخلق، رقم الحديث: ٤٧٩٨، تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا بيروت. وقال الألباني: صحيح.

(٣) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية، رقم الحديث: ٣٠

(٤) انظر: المعجم الوسيط، إبراهيم مصطفى، أحمد الزيات، حامد عبد القادر محمد النجار، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، مكتبة الشروق الدولية، الطبعة الرابعة: ٢٠٠٤م

(٥) سورة هود، الآية: ٨٨

وقد جعل الله من المصطفى ﷺ أسوة يحتذى، وقدوة يتبع لنيل ثواب الآخرة، فقد تمثلت فيه ﷺ الأحكام الشرعية والآداب المرعية، فما من خير إلا سبق إليه، ولا خصلة حميدة إلا نال أوفر الحظ منها، ولهذا أمرنا بالتأسي به ﴿لَقَدْ كانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ (١)، والقدوة لها أعظم الأثر في النفوس، وتأثيرها أعظم من تأثير الخطب والمقالات والكتابات، وهذا مما يثبته الواقع وتدركه العقول، وكان النبي ﷺ يتمثل حقيقة الإسلام بين أصحابه في قدوة حسنة يقرن الفكر بالعمل، ويربط النظرية بالتطبيق، ويقدم المعاني حقائق حية فيهتدى بعمله قبل قوله، وبفعله قبل علمه، ويكون أمام أصحابه تجسيدا حياً لدعوته، ومثلاً صريحاً على مبادئه، وكان ﷺ يأمر الصحابة بالاقتداء به فيقول: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»(٢). (٣)

ثانيا: الأسرة

لا شك أن الأسرة التي تتكون بالأبوين هي من أقدم مؤسسات اجتماعية للتربية التي اطلع عليها الإنسان، وهي المؤسسة الوحيدة التي تقوّم وتربي الولد من حيث التعليم والتهذيب، وتقدّم إليه تحسينات الحياة، والمهارة والمعرفة عن الفنون والمعلومات في شتى المجالات، والقبيلة تعاون الآباء في عملية التربية وتساعدها.

وللأسرة جوانب عديدة بقيام واجباتها التربوية تجاه الولد، مثل الصحية والجسمية ثم تعليمية، ومن أحسن واجبات الأسرة المسلمة وأهمها إيجاد الأم الطيّبة الصالحة للأولاد، بعد ذلك انتخاب الاسم الصالح للأبناء، وتعهدهم بالتعليمات الإسلامية والتربية الصالحة الدينية، والإرشاد إلى التمسك بالفضائل والمثل العليا وغيرها.

فمسؤلية الأسرة في الشريعة الإسلامية ترغيب الأطفال إلى أركان الإسلام، ومن أهمها الصلاة وعبادة الله تعالى، حيث قال الله تعالى: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (٤)، فيجب على الأبوين مسؤولية تربية الأبناء، وتحذيرهم من الشر والفساد والذل والنار، وقد قال تعالى آمراً بهذه المسؤولية: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (٥)، وجاء لفظ: ﴿وَأَهْلِيكُمْ﴾ بالجمع ليشمل الزوجة والولد.

---

(١) سورة الأحزاب، الآية: ٢١

(٢) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة، رقم الحديث: ٦٣١

(٣) النحلاوي، عبد الرحمن، أصول التربية الإسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع، دار الفكر، الطبعة الخامسة والعشرون: ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م، ص: ٢٨.

(٤) سورة طه، الآية: ١٣٢

(٥) سورة التحريم، الآية: ٦

ثالثا: المسجد

قد ذكر الله سبحانه وتعالى المهام التربوية التعبدية للمسجد بقوله: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ ۞ رِجَالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالأَبْصَارُ﴾[١]، فمن أهم مهام المسجد في الإسلام، والهدف الأساسي من قيامه تربية أفراد المجتمع الإسلامي، ونبين هنا بعض المهام التربوية الوظيفية للمسجد من خلال الكتاب والسنة وهي كالتالي:

١- المسجد موضع لأداء الصلاة وذكر الله تعالى كما جاء في قوله تعالى: ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ [٢]، وقال تعالى: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ [٣]، ويقول: ﴿وَلَوْلا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً﴾[٤]. والذي تبين من هذا أن للمسلم أن يحرص بأداء الصلاة في المسجد مع الجماعة؛ لأنه مكان العبادة الجماعية.

٢- المسجد مكان التعلّم والتعليم، كما جاء عن أبي هريرة ﷺ فيما رواه عن النبي ﷺ يقول:«وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمْ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ»[٥].

٣- المسجد من الأماكن التي يقضي فيه المسلمون مسائل المجتمع وقضاياهم، وهو المكان الذي تربّى فيه النبي ﷺ أصحابه من حيث الإيمان والروح والخلق والاجتماع وغير ذلك، وتعلّم أصحابه من الحلال والحرام، كما تعلّموا فيه القرآن والسنة والشريعة وغير ذلك من العلوم في شتى مجالات الحياة، وبهذا تحققت فيهم معاني الأخوة والمحبة والمساعدة فيما بينهم .

رابعا: الصحبة الصالحة

من وسائط التربية للشباب وأساليبها التي رغّب بها الإسلام الصحبة الصالحة، فقد حث الله سبحانه وتعالى على اختيار الصحبة الصالحة كما جاء ذلك في قوله تعالى: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾، وفي مقابل ذلك حذّرنا من صحبة السوء كما جاء في

(١) سورة النور، الآية: ٣٦
(٢) سورة التوبة، الآية: ١٠٨
(٣) سورة النور، الآية: ٣٦
(٤) سورة البقرة، الآية: ٢٥١
(٥) صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة، والإستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن والذكر، رقم الحديث:٢٦٩٩

القرآن الكريم على لسان أحد أهل الجنة يوم القيامة: ﴿فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۞ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۞ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۞ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ۞ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۞ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۞ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينِ ۞ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾[١].

وكما جاء عن أبي سعيد الخدري ﷺ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: «لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ»[٢].

وفي حديث آخر مثّل النبي ﷺ للجليس الصالح والسوء، فعن أبي موسى الأشعري ﷺ أن النبي ﷺ قال: «مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً»[٣]، [٤].

وقد جعل النبي ﷺ الصحبة الصالحة سبباً لسعادة المرء حيث قال: «أَرْبَعٌ مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ: أَنْ تَكُونَ زَوْجَتُهُ مُوَافِقَةً، وَأَوْلَادُهُ أَبْرَارًا، وَإِخْوَانُهُ صَالِحِينَ، وَأَنْ يَكُونَ رِزْقُهُ فِي بَلَدِهِ»[٥].

المبحث الرابع: مسؤولية المجتمع في تربية الشباب

لا شك أن هناك حظ وافر على عاتق المجتمع في تربية الشباب، بل تعتبر مسؤليته من أفضل أساليب التربية الاجتماعية، وسوف يذكر هنا بعضها، وهي ما يلي:

الأولى: الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

قد جعل الله تعالى الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر من مبادئ التربية الإسلامية حيث قال تعالى: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[٦]، وقال جلّ جلاله: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

---

(١) سورة الصافات، الآيات: ٥٠– ٥٧

(٢) سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في صحبة المؤمن، رقم الحديث:٢٣٩٥، . وأبو داوود، السنن، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، رقم الحديث: ٤٨٣٢. وقال شعيب الأرنؤوط: حسن

(٣) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب مجالسة الصالحين، رقم الحديث: ٢٦٢٨

(٤) انظر: أصول التربية الإسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع، ص: ١٤٩

(٥) العسقلاني، أبو الفضل، أحمد بن علي بن محمد ابن حجر، المطالب العالية، كتاب الرقاق، باب فضل الرزق في الوطن، رقم الحديث: ٣٢٥٣، تحقيق: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، تنسيق: د. سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشثري، دار العاصمة السعودية، الطبعة الأولى:١٤١٩هـ

(٦) سورة آل عمران، الآية: ١٠٤

بِاللَّهِ﴾[١]، ومفهوم تربية الشباب على هذا المبدأ والأساس أن نصون فطرتهم السليمة عن ارتكاب المعاصي والرذائل بأداء هذا الفريضة، وهي بأمرهم بكل ما هو معروف ونهيهم عن كل ما هو منكر، فعلى المسؤولين في المجتمع أداء هذه الفريضة، وغرس معاني الإيمان في قلوب أفراد المجتمع بشتى الأسلوب والمناسبات.

الثانية: الرفق والشفقة والمحبة

الأطفال والناشؤون دائماً يتأثرون بعطف الكبار وحنانهم، وإن الشباب في المجتمعات الإسلامية هم بمثابة الأبناء، أو أبناء إخوة لجميع الدعاة أو للكهول، فإنهم ينادون ويخاطبون الأطفار "يا ابن أخي"، والصغار يعتبرونهم أعمامهم، وهذا فيه امتثال لقوله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[٢]، وهكذا نرى أن العطف والمحبة مع الأطفال والناشئين وإطلاعهم بصلة العقيدة من طرائق التربية الاجتماعية الناجحة في الإسلام.

الثالثة: التأنيب الجماعي

اتخذ رسول الله ﷺ المجتمع وسيلة لتأديب من يؤذي الآخرين، واستخدم التأنيب الجماعي لهذا الغرض، فقد ورد عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي جَارًا يُؤْذِينِي، فَقَالَ: «انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيقِ»، فَانْطَلَقَ فَأَخْرِجَ مَتَاعَهُ، فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: لِي جَارٌ يُؤْذِينِي، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيقِ»، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، اللَّهُمَّ أَخْزِهِ. فَبَلَغَهُ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى مَنْزِلِكَ، فَوَاللَّهِ لَا أُؤْذِيكَ»[٣]، فتبين من هذا الحديث أن التأنيب الاجتماعي من طرق التربية الاجتماعية في الإسلام، ويجوز اختيار هذا الأسلوب عند الحاجة الماسة.

الرابعة: الهجر والمقاطعة

اتخذ الرسول ﷺ المقاطعة الجماعية أيضاً وسيلة للتأديب، ومثاله في السيرة النبوية استخدامه هذا الأسلوب في حق من تخلف من الصحابة عن حرب عندما أعلن ﷺ للخروج في غزوة من الغزوات، فأمر ﷺ الصحابة بمقاطعتهم، وقصده ﷺ من هذه المقاطعة الجماعية التربية التي لها أثر كبير في إصلاح النفوس، وقد بيّن الله تعالى بعض نتائجها القيمة المؤثرة بيانا واضحا حيث قال: ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا

(١) سورة آل عمران، الآية: ١١٠

(٢) سورة الحجرات، الآية: ١٠

(٣) البخاري، صحيح الأدب المفرد، باب شكاية الجار، رقم الحديث:١٢٤، تحقيق: ناصر الدين الألباني، دار الصديق للنشر والتوزيع، الطبعة الرابعة: ١٩٩٧م

إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾[١]، يتبين من هذه الآية جواز استخدام هذا الأسلوب التربوي العميق الأثر أحياناً للتأديب، ومن ثم قد يفيد استخدامه في حق الناشئ في حدود البيت والأسرة والمدرسة، بمنعه من معاشرة الأصدقاء أو بوجه آخر فترة من الزمن ردعاً له حتى يشعر بالندم ويرجع إلى الصواب.

الخامسة: التعاون على البر والتقوى

لاشك أن المجتمع الإسلامي مجتمع متعاونة على البر والتقوى، وقد مثل رسول الله ﷺ هذا المجتمع بالجسد الواحد حيث قال: «الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»[٢]، وبناء على هذا رغّب القرآن الكريم في التعاون على البر والتقوى، فقال تعالى: ﴿وَلا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[٣]، والتي تتضح من هذه الآية الكريمة لزوم التعاون بين المؤمنين في المجتمع الإسلامي، كما ينبغي أن يكون هذا التعاون في أمور الخير والبر، وعلى أساس التقوى، أي الخوف من ارتكاب الذنب أو الشرك بالله تعالى والإيذاء بغير حق على أحد، ولذلك نهى الله تعالى هنا عن أن يكون التعاون على الإثم والعدوان .

السادسة: الحب في الله

إن بناء التربية الاجتماعية على أساس عواطف اجتماعية، ومن أهمها الألفة، ولاتتحق هذه المحبة والألفة بين أفراد المجتمع إلا من تربية الأبوين للأولاد، فإن قاما بأداء هذا الجانب من مسئوليتهما بأعطاء الولد ما يحتاج من الحب والعطف، يصبح عنده استعداد لمحبة الآخرين، وإلا يظهر فيه النفرة والسخط على الآخرين، وعلى بناء محبة الله تعالى يجب المؤمن كل من يشاركه في الولاء لله، وله في النفس أثر عظيم وسعادة نفسية، كما رواه أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال: «ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ»[٤].[٥].

---

(١) سورة التوبة، الآية: ١١٧– ١١٨

(٢) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، رقم الحديث:٦٠١١

(٣) سورة المائدة، الآية: ٢

(٤) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، رقم الحديث: ١٦

(٥) أصول التربية الإسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع، ص: ١١٤.

الخاتمة: وفيها أهم نتائج البحث

١- إن مرحلة الشباب من أهم مراحل حياة الإنسان، ولهذا اعتنى الإسلام عنايةً فائقةً بتربيته وتعليمه.

٢- إن العلم والتربية هما متآزران ومتكاملان وليسا متعارضين، ولا منفصلين، ولكلٍّ منهما دَور في تشكيل وتكوين الشخصية.

٣- لقد اهتم الإسلام بتربية الشباب اهتماماً فائقاً، ووضع لها أسساً وقواعدَ ومبادئ.

٤- يهدف الإسلام إلى تربية الإنسان تربية صالحة ليعبد الله وحده وليعمّر الأرض ويسخره لإعلاء كلمة الله ولخدمة العباد وفق شريعة الله ومنهجه.

٥- لا تتم العملية التربية الإسلامية إلا بالوسائط التي لها آثار عظيمة في توجيه الشباب إلى الصلاح والإصلاح، وهي القدوة الحسنة، والأسرة، والمسجد، والصحبة الصالحة، وكذلك لا يتحقق هذف التربية الإسلامية للشباب إلا بالاعتماد على الأسس والمبادئ المذكورة في الكتاب والسنة، وهي: العقيدة والعبادة، والأخلاق.

٦- لقد وضع الرسول ﷺ المسؤولية الكبرى على عاتق المجتمع، واستخدم أساليب متنوعة لتربية الشباب، منها: الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والرفق والشفقة والمحبة، والتأنيب الجماعي، والمقاطعة الجماعية، والتعاون على البر والتقوى، والمحبة في الله.

٧- يرشد الإسلام المجتمع المسلم إلى الاعتناء بالآخرين بتقديم المصالح الاجتماعية على الشخصية.

٨- قيام الفرد والأسرة والمجتمع بمسؤولياتهم يخفف من مسؤوليات العلماء.

٩- إن التربية الإسلامية منهج تربوي كامل حيث يشمل جميع أمور حياة الإنسان، وبالسير عليه سوف تتحقق الريادة والسيادة للمسلمين في العالم، وليس على ظهر الأرض منهج للتربية يدانيه.

دور الشباب في رقي الأمم وازدهارها الحضاري على أساس الدين والعلم والأخلاق

من منظور السيرة النبوية

The Role of Youth in the Advancement of Nation and Prosperity of Civilizations on the basis of Religion, Science and Ethics in the light of Sīrah

الدكتور أشرف عبدالرافع الدرفيلي*

ABSTRACT

Islam took great care of youth, because youth in Islamic nation are the shining stars, they are the backbone of nation and source of its survival and the pillars of advancement in the peace, and the soldier of victory in the war, and the hope of nation's present and future.

Nations achieve greatness on the shoulders of their faithful and committed youth those who want progress, innovation and scientific competition in all sphere of the life, and serve great in uplifting of their Islamic nation.

This article is an attempt to answer some questions, such as: possibility of the renewal of ideas of youth and concepts of the religious texts to work on drafting a practical approach for the advancement and prosperity based on the teachings of the religion that urges to wisdom with knowledge and ethics?

This article deals with the Importance of youth's role in progress of the nations and development of their civilizations in light of Holy Qur'an, Writing the idiomatic concept of the word "civilization, the impact of religion, science and ethics in advancement and property of nations, the causes and factors that led to the decline of the Islamic civilization, the foundations and pillars of western civilization, and the most important foundations on of the youth for advancement and prosperity of the nation.

All these points are discussed in the article with a special reference of Quran and Sunnah and the life of Holy Prophet (ﷺ) is taken as an excellent example for the development of nation with special reference to its youth.

Key words: *Advancement, Prosperity, Civilization, Ethics, Sīrah*

* أستاذ العقيدة والفلسفة المساعد، كلية أصول الدين، الجامعة الإسلامية العالمية، إسلام آباد

الحمد لله رب العالمين، حمداً يليق بجلاله وجماله وعظمته، واحد أحد، فرد صمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، خلق الكون بقدرته، ودبّر الأمر بحكمته، يحكم ولا معقب لحكمه، ويعلم الخفايا ولا حدود لعلمه، وأشهد أن سيدنا وحبيبنا وصفوة خلقه محمداً عبده ورسوله، فصَلّ اللهم وسلّم عليه وعلى آل بيته الطيبين الأطهار، وعلى صحبه الأخيار، بعدد كل داء ودواء، وبعدد ورق الأشجار، وبعدد الزروع والثمار، وبعدد ما تعاقب الليل والنهار، وبعدد حبات الرمال والأحجار، وبعدد قطرات المياه في العيون والآبار والمحيطات والأنهار، وسلم تسليماً كثيراً ... وبعد.

مقدمة البحث

يرتكز على الشباب دور هام في بناء المجتمع، ولقد أشار أصحاب السير أن الشباب كانوا أحد الركائز الأساسية في نصرة الرسول ﷺ، كما أن النبي أكد على أهمية الشباب في تقدم الأمة ونصرة دينها، وهذا يدعونا إلى العمل جاهدين من أجل يقظة الشباب والابتعاد بهم عن ذلك السبات العميق، والخروج بالعقلية المسلمة عموماً من كهفيتها التي أطبقت عليها، والعودة إلى منابع الدين الحنيف، وبُعد الشخصية المسلمة عن الإمعة والممايعة، والبُعد عن التبعية السلبية البغيضة، وعدم مداهنة الغرب والخنوع له والسير في زيل ركابه... إلخ، ضرورة حتمية تفرضها وتتطلبها مقتضيات العصر والواقع .

ولعلي أحاول من خلال هذا البحث الإجابة عن بعض الأسئلة، ومنها :هل من الممكن لشباب الأمة الإسلامية من خلال تجديد أفكارها ومفاهيمها الدينية للنصوص أن يعملوا على صياغة منهج تطبيقي لرقي الأمة وازدهارها مؤسس ومستمد من تعاليم الدين الذي يحث على إيقاظ العقل مع التسلح بالعلم والأخلاق؟

"ولا يمكننا إغفال الدور الرائد للعلماء المسلمين من أجل تصحيح مسار الأمة ورسم الطريق للطاقات الشبابية، وتحرير طاقاتهم من الجمود والرجعية والتخلف والعطالة، ثم عملهم على إزالة عوامل الاستبداد والظلم والفقر والتدني الحضاري مستحضرين في كل التصور القرآني والسنة النبوية وسيرة رسول الله وصحابته الأجلاء، فالتجارب التجديدية منذ زمن الإمام الشافعي – وقبله – تجتهد لإيجاد مشروع حضاري تسترجع به الأمة فاعليتها الحضارية ودورها التاريخي، كحضارة شاهدة علي الناس، وفق مطلوب الشريعة من جهة، ووفق متطلبات الزمان وأهله وواقع العصر من جهة أخرى، وسيراً بعده نرى مشروع الإمام أبي المعالي الجويني في كتابه "غياث الأمم في التياث الظلم"، و "البرهان"، ومشروع أبي حامد الغزالي في جملة من كتبه الكثيرة مثل "إحياء علوم الدين"، و"المستصفي"، و "المنقذ من الضلال"، ومشروع الإمام عبد الرحمن بن خلدون في كتابه "المقدمة"، ومشروع الإمام أبي إسحاق الشاطبي في كتابه "الموافقات".

وفي العصر الحديث فإن الجهود لم تنقطع من أجل إيجاد نظرية علمية شاملة لإحياء البعث

الحضاري، ولكن الظروف التاريخية التي عايشوها وواقع الحال لم يتح لهم إلا التطرق لجانب أو أكثر من أجل إيجاد علاج يضمدوا به جراح نزيف الواقع الحضاري المتردي للأمة.

وكل هذا يعبر عن مجهودات علمائنا المسلمين، وسعيهم لإنقاذ الواقع الحضاري المتردي من السقوط في الهاوية، والحفاظ على الهوية الإسلامية، ثقافياً، واجتماعياً، وسياسياً، واقتصادياً، وأن تسترجع الأمة وظيفتها الحضارية، ورسالتها الاستخلافية .

وعلى الرغم من هذه الجهود الضخمة – التي ما زالت بحاجة إلى دراسة وتحليل – نرى أن العامل المشترك والدافع الأكبر الذي يجمع بين أصحاب المشاريع التجديدية للنهوض الحضاري هو استيعابهم لأهمية استرجاع الأمة لفاعليتها الحضارية ودورها التاريخي كحضارة شاهدة على الناس.

ولقد تعددت الإجابات وتزاحمت الأقلام التي تدور في فلكه وتنوعت الرؤى الفاحصة لإيجاد تفسيرٍ للواقع المتردي للحضارة الإسلامية، خاصة مع زوال آخر خلافة إسلامية كانت تجسد الواقع الحي للحضارة الإسلامية، فمع سقوط الخلافة العثمانية ككيان حضاري يعبر عن وجدان الأمة الإسلامية، ويمثل خياراتها في الحياة، ونمطها في العيش، ومنهجها في المشاركة والتفاعل الإنساني العالمي، تقف الذات الإسلامية وقفة تأمل وتفكر في مسيرة أحداثها، وصفحات أعمالها، وعوامل هدمها، وأسباب نهوضها، وسر قوتها، ومكمن ضعفها وتخلفها وتأخرها"[(١)].

وفي هذا البحث المتواضع، سوف أتحدث عن أهم العناصر والمحاور ذات الصلة بالموضوع للإجابة عما سبق ذكره قدر الإمكان مستخدماً المنهج التحليلي مع الاستعانة بالمنهج المقارن، وهي كما يلي :

المحور الأول : أهمية دور الشباب في رقي الأمم وازدهارها الحضاري في ضوء القرآن والسنة النبوية.

المحور الثاني : أثر الدين والعلم والأخلاق في رقي الأمم وازدهارها .

المحور الثالث : أهم الأسس التي يرتكز عليها الشباب لرقي الأمة وازدهارها .

---

(١) لقد تناول الشيخ محمد الغزالي مناقشة كل هذه القضايا بشمولية ومنهجية علمية في العديد من مؤلفاته أبرزها: الإسلام والاستبداد السياسي، الإسلام والطاقات المعطلة، الإسلام المفترى عليه بين الرأسماليين والشيوعيين، الاستعمار أحقاد وأطماع. انظر كتابنا : الدرفيلي، أشرف عبد الرافع، الدكتور، البُعد الإيماني في فلسفة الحضارة، دار سوزلر، القاهرة، ٢٠١٤م، ص:٥

المحور الأول: أهمية دور الشباب في رقي الأمم وازدهارها الحضاري في ضوء القرآن والسنة النبوية

لقد عنى الإسلام بالشباب عناية فائقة، لأن الشباب في الأمة الإسلامية غرتها اللامعة، وشمسها الساطعة، والدم الحار الذي يتدفق في عروقها، وهم عصب حياتها، ومادة بقائها، وأركان رقيها في السلم، وكتائب نصرها في الحرب، ومحط أمالها وعدة الأمة حاضره، وأمله في مستقبله، وعمادها في رفع منارها، وإعلاء قدرها، والذود عن حياضها، ومعقد رجائها في شدتها وبأسها .

ولقد أثنى القرآن الكريم على مجموعة من الشباب كانوا نماذج للإيمان الكامل، وأمثلة للكفاح الشامل، يقتدي كل شاب بنضالهم، ويسير على منوالهم، إنهم فتية أهل الكهف الذين تركوا ما كان يعبده أقوامهم من أوثان، ولجأوا إلى كهف بعيد ليعبدوا الواحد الديان، فقال تعالى: ﴿إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۞ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا﴾[١].

والشباب أكثر فئات الأمة إرادة للتغيير والنهوض الحضاري، فهم يرفضون الحياة التي يسيطر عليها الظلم والقهر والفساد والاستبداد لأنها من معوقات الرقي والتقدم الحضاري، فيهرعون إلى الدعوات الإصلاحية، حيث يجدون فيها ما ينشدون من حرية وعدالة، ويذكر لنا التاريخ الصادق أنباء الشباب الذين تفتحت عقولهم على طريق الخير ودحر الباطل في مختلف صوره وساهموا في تشييد صرح حضارة التوحيد الصافي من الشوائب والخرافات، فها هو القرآن الكريم يقص لنا نبأ أبي الأنبياء سيدنا إبراهيم عليه وعلى نبينا الصلاة والسلام، الذي تفتح قلبه وعقله على الإيمان وهو في ريعان شبابه، فينكر عبادة النجوم والقمر والشمس، وينفض فكره عن المجسمات جميعاً، ويشير إلى السر الأكبر في الحياة والكون، ويهتف وقد وجد يقينه ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[٢].

ويمضي معلناً الثورة على الأصنام التي تُعبد من دون الله، ولم يبال بوعيدهم ولا بتهديداتهم التي صرحوا بها علانيةً كما ورد في سورة الصافات والأنبياء ﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ﴾[٣]، ﴿قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۞ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ﴾[٤]، ولكن لأنه يدافع عن الحق والعقيدة الصحيحة التي ينطلق من خلالها الإنسان المستخلف لتعمير الكون، كان تأييد الله له، وإنقاذه من الطغاة المستكبرين، فقال من يقول للشيء كن فيكون: ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا

(١) سورة الكهف، الآية: ١٣ – ١٤
(٢) سورة الأنعام، الآية: ٧٩
(٣) سورة الأنبياء، الآية: ٦٨
(٤) سورة الصافات، الآية: ٩٧ — ٩٨

وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ ۞ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾[١].

ثم يذكر لنا القرآن الكريم نماذج من الأنبياء ساهموا في التطور الحضاري عن طريق الصناعة، منهم سيدنا نوح عليه وعلى نبينا وآل بيته الطاهرين الصلاة والسلام، الذي أوحى إليه ربه بصنع السفينة لكي تنقله ومن معه من المؤمنين إلى مكان أخر عبر البحر ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ۞ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۞ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۞ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۞ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[٢].

ولقد كان لصنع سيدنا نوح للسفينة دور كبير إلى يومنا هذا في نقل الناس والحيوانات والبضائع التجارية عبر البحار، وتسهيلها للتواصل والتقارب بين البلاد.

ويذكر لنا القرآن كذلك نماذج من شباب الأنبياء برعوا في تفسير الأحلام، بل وكانوا نماذج مشرفة للرقي الحضاري في الجانب الاقتصادي، منهم سيدنا يوسف عليه وعلى نبينا وآل بيته الصلاة والسلام، ذلك النبي الذي أنقذ مصر وبلاد الشام من القحط والجفاف والهلاك، رغم كل ما حدث معه من مكائد النساء وزجهم به في السجن، لكن وازعه الإيماني رفض السلبية، وأبى إلا أن يشارك في إنقاذ البلاد والعباد ورفعتهم وتقدمهم، فقال ما قصه القرآن الكريم في سورة يوسف: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۞ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۞ وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۞ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾[٣].

فهؤلاء كانوا نماذج من الشباب الأخيار، والأنبياء الأطهار ساهموا بمددٍ وعونٍ من الله في مسيرة الإنسان الحضارية، رغم ما لاقوه من عنت الطغاة والمستكبرين والمشركين، ولكن دافع الإيمان بالله كان محركهم ودافعهم لكل عمل يعود نفعه على البشرية جمعاء.

ونبينا ورسولنا محمد ﷺ، جاء منقذاً لكل بني الإنسان، ومغيراً لخريطة الكون المتهالكة والمتناحرة، ويكفيه فخراً وشرفاً أنه أرسى أهم المبادئ التي تقوم عليها أي حضارة نافعة، ووضع معالم الرقي والتقدم من أخلاق سامية، وعقيدة صافية، وقوانين عادلة، وحرية منضبطة، واحترام للآخر.

وسار على ضربه آل بيته الأطهار وصحابته الأخيار، فها هو سيدنا علي كرم الله وجهه، كان

---

(١) سورة الأنبياء، الآية: ٦٩-٧٠

(٢) سورة هود، الآية: ٣٧-٣٨

(٣) سورة يوسف، الآية: ٥٣-٥٤

نموذجاً فريداً للشباب الصالح والنافع، ويكفيه شرفاً أنه أول فتى ساهم في وضع لبنة من لبنات التوحيد، ولعب دوراً سجله التاريخ بأحرف من نور، في صنع أول سطر من السطور في صفحات الحضارة الإسلامية، تجلى ذلك من خلال غرسه لمبدأ التضحية والوفاء والأمانة، ونومه في فراش رسول الله ﷺ، وتسلمه الودائع والأمانات من رسول الله وتسليمها لأصحابها.

وسيدنا مصعب بن عمير الذي كان أول سفير في الإسلام إلى يثرب التي مهد الطريق فيها لدعوة الله ولتكون مستقر هجرة رسول الله وصحابته، وتكون أول دولة موحدة لله على وجه الأرض .

وهذا نموذج نقدمه للغرب، الذي يدعي التقدم الحضاري، ويسلب الأموال من أي دولة لا تتبع مخططاته الإجرامية، أو تخالفه الرأي .

ونقدم ذلك نموذجاً مشرفاً للشباب المسلم، ونقول له: أن الرقي والازدهار والتقدم الحضاري للإسلام لا يكون إلا من خلال الاقتداء بالنماذج الساطعة، التي شيدت صرح الحضارة الإسلامية في عهدها الأول بالتضحية والفداء دون خوف من عقوبات اقتصادية أو قرارات أممية مطبوخة على حسب المزاج والمذاق الأمريكي، فلابد أن نقتحم بجسارة الإسلام وعزته التي أعزنا الله بها سبل الرقي وطرق التقدم والازدهار، من خلال نفض التراب عن حضارتنا الإسلامية التي قادت البشرية عهوداً طويلة وإلى الآن بفضل الله.

ولعل قراءة متأنية في سيرة سيدنا مصعب ابن عمير، وسيدنا أسامة بن زيد، وأنس بن مالك، وخالد بن الوليد، وسيدنا الحسن والحسين، وغيرهم من النماذج الشابة، التي ساهمت في بناء الحضارة الإسلامية، كفيل بفتح الطريق أمام شباب الأمة الإسلامية في العصر الحديث، لعودة الحضارة الإسلامية لمجدها وعزها وقوتها واتحادها.

لهذا نجد أن النبي ﷺ قد أعطى الشباب الثقة ومنحهم المسئولية خلافاً لما يعيشه بعض من الناس اليوم، فإن النبي ﷺ قد منح زيد بن حارثة وهو شاب وجعفر بن أبي طالب وهو شاب وعبد الله بن رواحة وهو شاب منحهم الثقة، وسلمهم قيادة جيش مؤتة، وما أدراك ما مؤتة .. أول معركة بين المسلمين والرومان[1]، بل إن النبي ﷺأعطى أسامة بن زيد قيادة جيش فيه رجال من كبار الصحابة أمثال أبي بكر وعمر رضى الله عنهم، وقد كان عمر أسامة آنذاك ثماني عشرة سنة، ويرسل معاذ بن جبل رضي الله عنه إلى بلاد بعيدة، وفي مهمة عظيمة، ومسئولية جسيمة، يرسل سيدنا معاذاً إلى اليمن وهو لا يزال بعد في ريعان شبابه، ويرسله على قومٍ ليسوا على مذهبه وملته وديانته، ويقول له ﷺ: « إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

(١) غزوة مؤتة أو سرية مؤتة، جرت الغزوة في جمادى الأولى من العام الثامن للهجرة (أغسطس ٦٢٩م) بسبب قتل الصحابي الحارث بن عمير الأزدي رسول النبي محمد ﷺ إلى ملك بصرى على يد شرحبيل بن عمرو بن جبلة الغساني والي البلقاء الواقع تحت الحماية الرومانية، إذ أوثقه رباطاً وقدمه فضرب عنقه.

اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ» إلى آخر توجيه النبي ﷺ لسيدنا معاذ[١]، وهذا ابن مسعود رضي الله عنه يقول فيما رواه الإمام أحمد في مسنده : «كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَابٌ وَلَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ»[٢]، بمعنى : لا نزال فتية في بداية الشباب، لذا أوصي النبي ﷺ بالشباب فقال ﷺ «اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ» [٣]، وقال ﷺ « إِنَّ اللَّهَ لَيَعْجَبُ مِنَ الشَّابِّ لَيْسَتْ لَهُ صَبْوَةٌ» [٤].

وقال ﷺ « مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ»[٥].

وعن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ: « يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»[٦].

المحور الثاني: أثر الدين والعلم والأخلاق في رقي الأمم وازدهارها

أولاً : الدين: "هو مجموعة متساندة من الاعتقادات والأعمال المتعلقة بالأشياء المقدسة، اعتقادات وأعمال تضم أتباعها في وحدة معنوية تسمى الملة"[٧].

ولكن ما نقصده هنا: هو دين الإسلام، وهو نظام الحياة الصحيح المرضي عند الله، المبني على طاعة الله تعالى كما قال ربنا في كتابه: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[٨].

---

(١) البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع، رقم الحديث:٣٤٤٧، تحقيق: زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ

(٢) ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، المسند، رقم الحديث:٣٧٠٦، تحقيق: شعيب الأرناؤوط وآخرين، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى: ٢٠٠١م، ٢٣٧/٦

(٣) الحاكم، أبو عبد الله النيسابوري، المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث: ٧٨٤٦، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة الأولى:١٩٩٠م، هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

(٤) مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ١٧٣٧١، ٦٠٠/٢٨، ومعنى "صبوة": ميل إلى الهوى بحسن اعتياده للخير وقوة عزيمته في البعد عن الشر. انظر: المناوي، زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف، فيض القدير شرح الجامع الصغير، المكتبة التجارية الكبرى، مصر، الطبعة الأولى:١٣٥٦م

(٥) مسلم، أبو الحسن مسلم ابن الحجاج القشيري، المسند الصحيح، رقم الحديث:٢٨٣٦، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ٢١٨١/٤

(٦) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي ﷺ: من استطاع منكم الباءة، رقم الحديث:٥٠٦٥

(٧) محمد قدري، رسالة جليلة في التمدن، دار النجاح، القاهرة، ١٢٨٧هـ، ص:٣٦

(٨) سورة آل عمران، الآية: ١

وكما قال تعالى: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[١].

والدين له عدة تعريفات في الاصطلاح، منها: بأنه الأوامر والنواهي المبثوثة في القرآن والسنة الصحيحة، ويذكر الإمام النورسي بأن الدين: هو امتحان، وأن التكاليف الإلهية تجربة واختبار من أجل تسابق الأرواح العالية والأرواح السافلة، ويتميز بعضها عن بعض في حلبة السباق، وبمعنى آخر: هو الشعور بواجباتنا من حيث كونها قائمة على أوامر إلهية، أو هو محاولة تصور ما لا يمكن تصوره، والتعبير عما لا يمكن التعبير عنه، وهو التطلع إلى اللانهائي وهو حب الله".[٢]

ومهما يكن من تعدد التعريفات للدين، فإن المقصود هو كليات الدين من خلال النظرة الكونية الإسلامية التي تنتظم في سلكها النظم الفكرية المختلفة، وتشكل الأساس العقدي للإنسان المسلم، فتحدد نظرته للكون ويفسر الوقائع، وتمنح للحياة قيمتها ومعناها، وتبين للإنسان دوره في صنع الأحداث، وغايته في الوجود، فيقع بذلك أثر تلك النظرة على الفرد والمجتمع، في سعيهما لأداء رسالة الاستخلاف والرقي والازدهار والبناء الحضاري.

ولعل إعادة النظر في صورة التدين والبعد عن النظرة السطحية للدين، والسعي للتأمل في الكون بمنظار القرآن من أجل تحقيق النظرة الكونية الإسلامية المرجوة، ومن أجل إحياء معنى الكونية الإسلامية العالمية بجميع معانيها وغاياتها، باتت ضرورة هذا العصر، لأن الإنسانية غدت تعيش صوراً متناقضة في الحياة، بين التطور العلمي والتقني من جانب، وازدياد الاضطراب النفسي والشقاء المادي من جانب آخر، وهذا الأخير يتطابق مع ما يشهده الغرب من تقدم مادي لم يصاحبه تقدم روحي، وهو ما شهد به علماء الغرب أنفسهم،كشبنجلر[٣] واشفيتسر [٤] وتوينبي[٥] وغيرهم .

ولعل التعريف بالخالق وتحقيق الإيمان به وبعالم الغيب بصورة عامة والالتزام بمنهج القرآن والسنة والنظر في الإنسان المستخلف وبيان غايته في الحياة، وماهيته، ودوره الذي يرجى منه، سيكون الدافع

---

(١) سورة آل عمران، الآية: ٨٥

(٢) النورسي، بديع الزمان، الكلمات، الكلمة السابعة، دار سوزلر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:٣٩٥ بتصرف

(٣) "أوزولد شبنجلر" فيلسوف ألماني ولد عام ١٨٨٠م، صاحب الكتاب الشهير " أفول الغرب" أو "تدهور الحضارة الغربية"، وهو الفيلسوف الذي طبق نظرية أعمار الأمم والحضارات من المولد حتى الشيخوخة والموت

(٤) ألبرت اشفيتزر (١٨٧٥م – ١٩٦٥م) فيلسوف وطبيب وعالم ديني وموسيقي ألماني، حصل عام ١٩٥٢م على جائزة نوبل للسلام لفلسفته عن تقديس الحياة، لكن من أعظم وأشهر أعماله تأسيس وإدارة مستشفى في الغابون، غرب وسط أفريقيا.

(٥) أرنولد جوزف توينبي، مؤرخ بريطاني صهيوني شهير، ولد في ١٤ أبريل ١٨٨٩م في لندن وتوفي في ٢٢ أكتوبر ١٩٧٥م. أهم أعماله موسوعة دراسة للتاريخ، وهو من أشهر المؤرخين في القرن العشرين.

الحركي لشباب الأمة، وسيؤدي لتفعيل الدين، وإيجاد الإيمان التحقيقي.

وتلك مهمة ينهض بها الرسل والأنبياء ومن تبعهم وسار على نهجهم من المصلحين الأتقياء، وشباب الأمة الغيورين على دينهم وواقع أمتهم المزري، معتمدين في ذلك على التذكير بالأصول بعيداً عن القضايا الخلافية الفرعية، وبعثاً لشعاب الإيمان الميتة في النفوس، وشحذا للهمم وللأذهان، وتعبئة للطاقات نحو البناء الحضاري بتفعيل الدين واقعاً عملياً على وفق مقتضيات العصر ومتطلبات الواقع .

وفعالية الدين للبناء الحضاري بصورة عامة، قائمة على عاملين:

أحدهما: ذاتي.

والآخر: خارجي.

أما العامل الذاتي: فهو طبيعة الدين نفسه، من حيث كونه قائماً على أصول عامة مجردة وتصورات كلية، موافقة للفطرة الإنسانية السوية، تلبي حاجاتها الروحية والمادية، وتجيب عن أسئلتها المعرفية الوجودية، عن المبدأ والمصير والكون والحياة، ثم من حيث كونه منهجاً كاملاً للحياة، به تنضبط وجوه النشاط الإنساني قولاً وفعلاً وسلوكاً ومنهجاً وتتحدد علاقاته.

أما العامل الثاني: فهو أمر تبعي، قائم على القوة الإيمانية الكامنة في قلوب المؤمنين بالدين، وإخلاصهم المدعوم بحركة التجديد والبعث والإحياء المستمرة لمعاني تلك الأصول الإيمانية في القلوب، طوراً بعد طور في وجه تقلبات الحياة وابتلاءاتها، لإزالة الران عن القلوب، ولتبديد الشبهات، وتجاوز صروف الزمن وعوامل الانحراف التي قد تحجب من الدين جوهره وإن أبقت شكله ومظهره .

وفي الحقيقة لابد أن يضع الشباب أمام عينيه شيئين خلال سعيهم للرقي والتقدم للحضارة الإسلامية:

أولاً: أن سبب تخلف المسلمين وسيطرة الغرب على ثرواتهم وقراراتهم هو بُعد حكامهم ومن دخل تحت عباءتهم ممن ينتسبون انتساباً ويسمون أنفسهم "رجال دين السلطة" عن منهج القرآن الحضاري، بسوء غفلة أو وعي، أو بقصدٍ وعمد، وذلك لهدم شخصية الأمة الإسلامية هدماً عقدياً واقتصادياً وسياسياً واجتماعياً وثقافياً.

ثانياً : إن سبب تعفن الحضارة الغربية، وقرب زوالها وانهيارها، كما تنبأ بذلك جميع من تحدثوا في فلسفة الحضارة من علماء الغرب أنفسهم، بدءاً بأوغسطين، ثم شبنجلر، ثم ألبرت أشفيتسر، ثم توينبي، ثم وول ديورانت، وغيرهم كثير، هو بُعد تلك الحضارة عن الدين وخصومتها له وللكتب المقدسة والرسالات.

ولهذا يرى النورسي أن مظاهر التقدم العلمي الذي تميزت به الحضارة الغربية الحديثة قد أسهمت فيه بعض التصورات الإيجابية في الفكر النصراني، فقد استثنى في انتقاده لمقومات الحضارة الغربية قائلاً : "ولئلا يساء الفهم، لابد أن ننبه أن أوروبا اثنتان .. إحداهما : هي أوروبا النافعة للبشرية

بما استفاضت من النصرانية الحقة – أي من ذلك البصيص الخافت من الوحي الرباني الذي بقى عالقاً بالمسيحية – وأدت خدمات لحياة الإنسان الاجتماعية بما توصلت إليه من صناعات وعلوم تخدم العدل والأنصاف، فلا أخاطب — في هذه المحاورة – هذا القسم من أوروبا"[١].

وينتقل لبيان مثالب هذه الحضارة والعلة في فسادها وضررها للبشرية لتحذير الأمة الإسلامية بعدم تقليدها والسعي في ركابها، وخاصة فئة الشباب منها، فيقول موضحاً أسباب تعفنها ومساوئها قائلاً: "يا أوروبا التي نأت عن النصرانية وابتعدت عنها وانغمست في السفاهة والضلالة، لقد أهديت بدهائك الأعور كالدجال لروح البشر حاله جهنمية، ثم أدركت أن هذا الحالة داء عضال لا دواء له، إذ يهوى بالإنسان من ذروة أعلى عليين إلى درك أسفل سافلين، وإلى أدنى درجات الحيوان وحضيضها، ولا علاج لك أمام هذا الداء الوبيل إلا ملاهيك الجذابة التي تدفع إلى إبطال الحس وتخدير الشعور مؤقتاً، وكمالياتك المزخرفة، وأهواؤك المنومة ... فتعساً لك ولدوائك الذي يكون هو القاضي عليك"[٢].

ثم يسوق بعد ذلك نصاً يبين فيه أن الحضارة الغربية لا تسمع، وصمت أذنها عن تعاليم الدين، فأوقعت البشر في بئر الفقر الأخلاقي والرذيلة، وفتحت الطريق للظلم والاستعباد وارتكاب المحرمات فيقول: "إن المدنية الغربية الحاضرة لا تلقي السمع كلياً إلى الأديان، لذا أوقعت البشرية في فقر مدقع، وضاعفت من حاجاتها ومتطلباتها، وهي التي تتمادى في تهييج نار الإسراف والحرص والطمع عندها بعد أن قوضت أساس الاقتصاد والقناعة، وفتحت أمامها سبل الظلم وارتكاب المحرمات، زد على ذلك فقد ألقت بذلك الإنسان المحتاج المسكين في أحضان الكسل والتعطيل المدمر بعد أن شجعته على وسائل السفاهة، وهكذا بددت الشوق لديه إلى السعي والعمل، فأضاع الإنسان عمره الثمين سدى بإتباعه هوى المدنية الحاضرة، وبسيره وراء سفاهتها ولهوها " [٣]

وتتوافق رؤية النورسي وحكمه على الحضارة الغربية مع رؤية وحكم الشيخ "محمد الغزالي" حيث يقول: "هناك إحساساً عاماً بأن هذا التقدم المادي لم يواكبه تقدم روحي، وإن إنسان العصر الحديث لا يختلف كثيراً عن إنسان العصر الأول في غرائزه وشهواته، وإذا كانت ثمة فروق ففي الوسائل لا في البواعث والغايات، بل لقد قيل في إنسان هذا العصر: إن عضلاته أكبر من عقله ... والحضارة الغربية اتسع علمها وضاق أدبها، أو طالت ثقافتها وقصرت تربيتها، فهي الآن تصنع أجيالاً لا تعرف إلا الحياة

---

(١) السايح، أحمد عبد الرحيم، قضايا معاصرة في فكر الإمام بديع الزمان سعيد النورسي، شركة سوزلر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٥م، ص:٢١. وانظر: محمد بنتهيله، موقف النورسي من الحضارة الغربية، أعمال مؤتمر العولمة والأخلاق، المؤتمر العالمي السادس بإستانبول، دار سوزلر للنشر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:٣٠٩

(٢) النورسي، بديع الزمان، اللمعات، دار سوزلر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:١٧٨

(٣) النورسي، بديع الزمان، الملاحق، دار سوزلر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:٣٨٠

ليومها فوق هذا التراب، وتؤمن أنها لن تحيا مرة أخرى أبداً، ومن هنا غلب عليها هذا السعار في اقتناص الموجود، والركض وراء المفقود، والقد على من وجد، والازدراء على من فقد ... إنها لا تؤمن بالله واليوم الآخر، ورجال الدين مشغولون بسخائمهم القديمة:

إن كانوا هوداً: فهمهم الأكبر امتلاك أرض الميعاد كما يحلمون.

وإن كانوا نصارى: فهمهم الأكبر استعادة قبر المسيح والثأر ممن أخذوه في العصور الوسطي.

فهل هذا تقدم علمي، أم نجاح للغرائز الهابطة والأغراض الدنيا .. إن العلم مهما تقدم لا يغني عن الإيمان، والإيمان الذي نحترمه هو الذي يعانق العقل وتزدان به الحياة "[١].

ويوجه الإمام النورسي الأنظار إلى أن أُس أساس حضارتنا هو الدين، وأن ابتعادنا عن الدين والعقيدة الصحيحة كان سبباً لتجميد هذه الحضارة .. وفي المقابل يبرهن على ذلك بأن الحضارة الغربية عندما همشت الدين جانباً زادت عيوبها وقلت حسناتها، فيقول: "إن المدينة الحاضرة الغربية لسلوكها طريقاً مناقضاً لأسس ودساتير السماء، وقيامها بمناهضتها، فقد طفح كيل سيئاتها على حسناتها، وثقلت كفة أضرارها على فوائدها، فلقد أضطرب أمن الناس واطمئنانهم، وأقلقوا وأسنت سعادتهم الحقيقية، فاختل ما هو مطلوب من المدينة ومقصود منها" [٢].

ثانياً: العلم: تنطلق رؤية الإسلام إلى العلم وعنايته بالمعرفة، بمختلف أنواعها وتعدد مجالاتها وآفاقها، من اهتمام الله تعالى وعنايته البالغة بتعلم البشر – منذ بدء الخليقة – جملة من العلوم، وأصنافاً من المعارف التي تفي بحاجته، والتي لا تستقر الحياة بدونها، حاضراً ومستقبلاً، ليتمكن من تعمير الأرض والاستقرار فيها، وليطمئن من الخلافة فيها وإدارة شؤونها التي هي الوظيفة الأساسية، والحكمة الكامنة من خلقه ووجوده على قيد الحياة .

وليكون أفضل مخلوقات الله تعالى، وأشرفهم في هذا الوجود المتميز، وخير دليل على ذلك قوله تعالى في كتابه العزيز: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاء كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلاَئِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاء هَؤُلاء إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾[٣]، وهذا دليل على أن الإنسان ما فاز بالتشريف والخيرية والاستخلاف، إلا بسبب ما تميز به عن سائر مخلوقات الله بالعلم والمعرفة، بل إن العلم والمعرفة كانت من الأسباب التي جعلت الملائكة – وهم أطهر مخلوقات الله – تسجد لهذا الإنسان الخليفة المكرم .

وتحقيقاً لهذه العناية وتفعيلاً لها عناية وتكريماً من رب العالمين بالإنسان المكرم، بعث الله رسوله محمداً ﷺ خاتم الأنبياء والمرسلين، ليرفع راية العلم والمعرفة خفاقة بين الإنسانية جمعاء، ومحاربة الجهل

---

(١) محمد الغزالي: مائة سؤال عن الإسلام، ص٢٢٣-٢٢٧، دار ثابت، القاهرة، ١٩٩٦م. بتصرف

(٢) الملاحق، ص:٣٧٧

(٣) سورة البقرة، الآية:٣١

والأمية، والقضاء على التقليد الأعمى، حتى يتلاشى ويندثر، فيبقى الناس على الحرية الكاملة في الفكر والاعتقاد، ومصداقية هذا القول تتجلى في أول كلمات الوحي التي نزلت على الحبيب محمد ﷺ، وأستهل بها رسالته بكلمة " اقْرَأْ" والتي تدعوا إلى العلم والمعرفة، وذلك في قوله تعالى: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾[١].

فعلى الشباب أن يعلم أن الإسلام يقرر أنه لا يمكن أن يسموا بالأمة إلى المستوى الأعلى والأرقى والانطلاق بهم إلى بلوغ الكمال إلا "بالعلم والمعرفة" وإعمال العقول وتشغيلها في النظر والتفكر الحر فيما أودع الله في هذا الكون البديع"[٢].

ولقد ساد المسلمون الأوائل بفضل دعوة القرآن المعرفية لهم العالمَ كله، وشيدوا حضارة عظيمة، ولكن شيئاً فشيئاً، وبسبب البعد عن المصدر المعرفي الأول للمسلمين – القرآن الكريم – كان الانحطاط الحضاري والمعرفي في كثير من بلاد المسلمين "وذلك لأن واقع الجهل الذي ربطنا بديننا جعلنا نتمادى في الابتعاد عن مراميه البناءة حتى بات الدين غريباً بيننا، ومما زاد الوضع تفاقماً هو انحرافنا المعرفي عن أصول هذا الدين القويم"[٣].

هذا بالإضافة إلى تلوث المعرفة الإسلامية من الثقافات الأممية والكتابية، نتيجة الفتوحات التوسعية، واحتضان الأقوام الوافدة إلى حظيرة الدين الإسلامي، واندماجها في البوتقة المعرفية الإسلامية"[٤].

وهذا يبين أن جهلنا بحقائق الإسلام جعلنا نُدخل فيه من التعاليم والمفاهيم ما ليس منه، ويبين كيف شوه دخول الإسرائيليات وقسم من الفلسفة اليونانية الأفكارَ والحقائق التي جاء بها الإسلام.

وهنا يبرز للأمة الإسلامية وشبابها سؤالاً يستفز به القوى الكامنة في النفوس، ويستنفر هممهم وعزيمتهم، وذلك لكي نبين أنهم ليسوا أقل شأناً من الأمم الأخرى، بل الأفضلية لنا إذا نهلنا من منبع المعرفة الموحى به من السماء، فيقول :"لماذا تكون الدنيا ميدان تقدم وترق للجميع وتكون لنا وحدنا ميدان تأخر وتدن"[٥] مع "أن أوائل أكثر الآيات القرآنية وخواتيمها كقوله تعالى: (فاعلموا .. فاعلم .. أفلا تعقلون ... أفلم ينظروا ... أفلا يتذكرون ... أفلا يتدبرون ... فاعتبروا يا أولي الأبصار ...)

---

(١) سورة العلق، الآية:١-٣

(٢) داود عبد الكريم زكريا، عناية الإسلام بالعلم والمعرفة، صحيفة الدعوة الإسلامية الصادرة من طرابلس، جمهورية ليبيا، العدد رقم: ١١٢٢، ص:١١، بتصرف

(٣) د/ عشراتي سليمان: النورسي في رحاب القرآن، دار سوزلر للنشر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٤م، ص:٣٢٠

(٤) النورسي، بديع الزمان، صيقل الإسلام، دار سوزلر للنشر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:٣٠٤

(٥) النورسي، بديع الزمان، سيرة ذاتية، دار سوزلر للنشر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:١١٤

وأمثالها من الآيات التي تخاطب العقل البشري، فهي تسأل : لم تتركون العلم وتختارون طريق الجهل؟ لم تعصبون عيونكم وتتعامون عن رؤية الحق؟ ما الذي جملكم على الجنون وأنتم عقلاء؟ أي شيء منعكم من التفكر والتدبر في أحداث الحياة؟"[١]، "ولابد وأن يتنبه الشباب لإدعاءات الغرب الكاذبة: بأن الإسلام يتنافى مع العلم ولا يتفق معه، إنهم أرادوا بذلك أن يضربون الإسلام والمسلمين الضربة القاتلة بعد أن نجحوا في تمزيق المسلمين وتفكيك وحدتهم .

وكل هذا لأنهم يعلمون أن امتلاك المسلمين ناصية المعرفة، معناه: رخاء الأمة، وتقدمها، وتحررها من استعمارهم واستعبادهم، كما أن الذي لا يملك ناصية المعرفة فإنه أسير ذليل لمن يملك ناصية المعرفة.

ولعل ما يؤكد هذا: هو ما ذكره "شمعون بيريز"[٢] : إن رخاء الأمة يأتي حصيلة تجميع المعرفة فالمعرفة هي الثروة الحقيقية على أعتاب القرن الحادي والعشرين"، بل ويذهب إلى أبعد من ذلك حين يقرر: "أن مواقع الصدارة والهيمنة سيكون للمبادئ القيمة على العلوم والمعرفة التي يتم إحرازها في الجامعات ومعاهد الأبحاث"[٣].

ولا يعني سوق هذا الكلام هو الانبهار بقائله، أو الاستدلال به دون تحفظ، غير أن الأيام تثبت أن من يسيطر على صناعة المعلومة وناصية المعرفة وتوظيفها أقدر على امتلاك الصفوف الأولى.

والنورسي كان ينطلق من اعتقاد جازم، بأنه لا يجوز للعقل الفلسفي المسلم، الذي يمتلك مصدراً معرفياً إلهياً وعقيدة صحيحة، أن يكون عقلاً مقلداً للآخرين في محاولاته الفلسفية .

بل ينبغي أن تتجه جهوده إلى القرآن الكريم، في محاولة منه لاستخراج أصول المعرفة الإنسانية بحقائق هذا الوجود، والمعرفة هي أعلى وظيفة للإنسان في الوجود، وهي ميزة الإنسان، وأساس ومنهج ومادة استخلافه في الأرض، ومركزه في الكون الذي سخره الله له لكي يؤدي فيه وظيفة العبادة لله وحده ويقود مسيرة المعرفة الواعية المسبحة لله مع سائر الموجودات تفقهون﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدَهِ وَلَكِن لاَّ تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾[٤].

فالمعرفة إذن ميزة ووظيفة، كما أنها تفسير شامل تحمله الكينونة الإنسانية، ملبية هتاف فطرتها في معرفة نفسها ومعرفة ربها، والتعامل مع الواقع الذي تحياه في الكون وملزمة بتعميره .

---

(١) صيقل الإسلام، ص:٤٩٥

(٢) كان سياسيا وشخصية عامّة إسرائيلية أيقونية، شغل منصب رئيس الدولة (وهو منصب فخري في إسرائيل) من ١٥ يوليو ٢٠٠٧ وحتى ٢٤ يوليو ٢٠١٤، كما تولى رئاسة وزراء إسرائيل مرتين، الفترة الأولى من عام ١٩٨٤ إلى ١٩٨٦، والثانية لسبعة أشهر بين ١٩٩٥ إلى ١٩٩٦ بعد إغتيال إسحق رابين.

(٣) د/ محمد عبد النبي، بديع الزمان والمناعة من آثار العولمة، أعمال مؤتمر العولمة والأخلاق، المؤتمر العالمي السادس بإستانبول، دار سوزلر للنشر، القاهرة، الطبعة الأولى:٢٠٠٨م، ص:٦٩

(٤) سورة الإسراء، الآية: ٤٤

واليوم ونحن نعيش أزمات كثيرة، من أخطرها أزمة الفكر بين الأصالة والتغريب، وبين القديم والحديث، نجد أحوج ما نكون إلى وقفة هادئة، نصدق فيها مع فطرتنا ونتوجه فيها إلى ربنا، ونستأنف على هديها مسيرتنا، داعين إلى صياغة جديدة لمجتمعنا الذي أبتلي بهجمات التجهيل والتنفير من المنهج الإسلامي من ناحية، وهجمات الاستشراق والاستغراب من ناحية أخرى.

وأرى أنه لابد من الوقوف على أهم الحقائق والمرتكزات التي يعود ازدهار الحضارة الإسلامية إليها في القرون الذهبية الأولى، فمن المعروف أن ازدهار الحضارة الإسلامية لا يعود إلى الأنظمة الدقيقة والهياكل المحكمة للنظم المختلفة التي جاد بها العقل المسلم مبتكرا أو متفاعلا مع الحضارات الأخرى، ولا إلى النهضة العلمية في الترجمة من اليونان وغيرهم أو التأليف والابتكارات وتطوير المنهج، بل يرجع إلى القيم الحضارية في الإسلام التي حفزت العزائم إلى صناعة الحضارة، فإذا كانت قصة حضارتنا قد بدأت باجتماع الكلمة، فإن القيم الحضارية هي التي جمعت القلوب ﴿وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾[١]، وقبل ذلك كانت بين العرب في الجاهلية حروب كثيرة...وأمور يلزم منها التسلسل في الشر، حتى قطع الله ذلك بنور الإيمان فنشطت الأمة من عقال الجهل والخمول واستشرفت الحضارة والمجد.

وتعتبر القيم همزة الوصل بين الحضارة والثقافة، والجسر الذي يربط العلم بالحضارة، فلولا القيم الحضارية لاخترع الإنسان آلات الفساد ووسائل الغواية التي تؤدي إلى تدمير البلاد وإهلاك العباد —كما هو الحال في منجزات الحضارة الغربية بجميع مجالاتها الحضارية – ومن هنا فإنه يجب على العلماء الربانيين بيان آثار القيم الإسلامية في ظل أزمة القيم التي برزت مع المادية الغربية، ومشكلة الهوية التي تعاظمت مع زوال الخصوصيات الدينية والدعوة العلمانية إلى صراع الحضارات، والسعي لهيمنة الحضارة الغربية على الحضارات الأخرى.

ثالثاً : الأخلاق : إن الأخلاق هي جوهر الإسلام وروحه وهدفه وغايته، وهي البعد الحقيقي المهيمن عليه، والساري في جميع جوانبه وتعاليمه، ويؤكد هذا أن الرسول ﷺ أكد أن بعثته ودعوته ورسالته عمادها وارتكازها على الأخلاق، فقال: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ»[٢]، وقد عمل عليه الصّلاة والسّلام على تهذيب أخلاق الشّباب وشحذ هممهم وتوجيه طاقاتهم وإعدادهم لتحمّل المسؤولية في قيادة الأمّة خلقياً وعلمياً، كما حفّزهم على العمل والعبادة، فقال عليه الصّلاة والسّلام: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»[٣]، وعدَّ منهم : شاب نشأ في عبادة الله، وحثّ الرّسول ﷺ

(١) سورة الأنفال، الآية: ٦٣

(٢) صحيح البخاري، كتاب الأدب، رقم الحديث:٢٣٧، ومسند الأحمد، رقم الحديث: ٧٨٢٩

(٣) صحيح البخاري، كتاب الجماعة والإمامة، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة، رقم الحديث: ٦٢٩

الشّباب على أن يكونوا أقوياء في العقيدة والأخلاق، أقوياء في البنيان، أقوياء في العمل، فقال ﷺ: «الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ»[١]. غير أنّه نوّه إلى أنّ القوّة ليست بقوّة البنيان فقط، ولكنّها قوّة الأخلاق من خلال امتلاك النّفس والتحكّم في طبائعها، فقال:«ليس الشّديد بالصّرعة، إنّما الشّديد الّذي يملك نفسه عند الغضب»[٢].

لقد بينت السنة النبوية عن أهمية مرحلة الشباب التي تكمن في السؤال عنها مرتين يوم القيامة، فعن ابن عمر رضي الله عنهما عن ابن مسعود رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال:« لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ: عَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيهِ»[٣].

ولعل أخلاق حضارة الإسلام تتميز عن غيرها بأنها متلازمة ومترابطة مع الدين تلازماً عضوياً، وليس كما هو الحال والتنازع في أخلاق الحضارة الغربية، بل وصل الأمر بين فلاسفتها لحد التنازع في أيهما تابع للأخر؟ هل الأخلاق تابعة للدين كما هو عند القديس أوغسطين[٤] وتوماس الأكويني[٥]، أم أن الدين تابع للأخلاق كما قال الفيلسوف الألماني كانط[٦]، أم أن الدين مستقل عن الأخلاق كما قال دافيد هيوم[٧]؟ إن حضارة الإسلام ومنهجه تؤكدان أن الدين والأخلاق جسد واحد، وبينهما ترابط

(١) صحيح مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله، رقم الحديث: ٢٦٦٤

(٢) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، رقم الحديث:٥٧٦٣

(٣) الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، السنن، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، باب في القيامة، رقم الحديث: ٢٤١٧، تحقيق: أحمد شاكر وآخرون، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الثانية:١٩٧٥م، وقال العلامة الألباني: حديث صحيح

(٤) القديس أغسطينوس ١٣ نوفمبر ٣٥٤م – ٢٨ اغسطس ٤٣٠م كاتب فيلسوف، ولد في مملكة نوميديا (الجزائر) التي كانت مقاطعة رومانية من أمه الأمازيغية القديسة مونيكا وأبيه الوثني باتريسيوس الأفريقي–اللاتيني، تلقّى تعليمه في روما وتعمّد في ميلانو.

(٥) توما الأكويني (١٢٢٥م–١٢٧٤م) قسيس وقديس كاثوليكي إيطالي من الرهبانية الدومينيكانية، وفيلسوف ولاهوتي مؤثر ضمن تقليد الفلسفة المدرسية، أحد معلمي الكنيسة الثلاثة والثلاثين، ويعرف بالعالم الملائكي.

(٦) ولد كانط في ٢٣ أبريل عام ١٧٢٤ بكونجسبرج لأسرة متدينة تعاني الفقر والحرمان والحاجة ثم تلقى تعليمه الثانوي بمدارس المدينة ثم أكمل دراسته بجامعتها "جامعة كونجسبرج" طالباً للاهوت في كلية الفلسفة.

(٧) ولد "دافيد هيوم" لأسرة إسكتلندية برجوازية، وجهته أسرته إلى دراسة القانون، لكنه كان شغوفا بالفلسفة، فخرج على رغبة أسرته في دراسة القانون واتجه إلى دراسة الفلسفة، بعد أن تخرج من جامعة "أدنبره" اتجه إلى التجارة شأن الأسر المتوسطة "البورجوازية" في ذلك الوقت، لكنه فشل في تجارته، فتركها إلى الاشتغال بالكتابة، فسافر إلى فرنسا وهو في سن الثالثة والعشرين، ومكث بها ثلاث سنين وهو يكتب ويحرر بعض المقالات، ثم عاد إلى وطنه ليواصل الاشتغال بالتأليف، ثم عين وزيراً في الحكومة البريطانية، وبقي في منصبه عاماً واحداً (١٧٦٨م)، ثم ترك الوزارة وأقام بمدينة "أدنبره" مسقط رأسه، واشتغل بتحرير فلسفته والتصنيف فيها حتى مات (١٧٧٦م).

وتفاعل، وهما قائمان على مبدأين راسخين، هما: مبدأ الفطرة .. ومبدأ التدين .

المحور الثالث : أهم الأسس التي يرتكز عليها الشباب لرقي الأمة وازدهارها

نستعرض هنا مرتكزات المدنية الإسلامية، أو ما يمكننا تسميتها مدنية "القرآن" بوصفها المدنية الأساس والأم من جهة، وبوصفها المدنية التي ينبغي للبشرية الاتجاه إليها والاحتماء بها في ظل الظروف العالمية الراهنة من جهة أخرى، ولهذا فإن النورسي يعقب نقده العلمي الرصين للمدنية الحاضرة، بتقديم أسس المدنية الإسلامية، البديل الأكمل، والأشمل روحاً ومنهجاً ومضموناً ومآلاً.

ومن خلال الاطلاع على ما دونه علمائنا، نجد أنهم تعرضوا بالإشارة إلى أهم الأسس التي تقوم عليها المدنية الإسلامية، فعلى سبيل المثال نجد النورسي قد تناول أسس المدنية الإسلامية، فقال ما نصه:"أما المدنية التي تأمرنا بها الشريعة الغراء وتتضمنها، فهي التي ستكشف بانقشاع هذه المدنية الحاضرة، وتضع أسساً إيجابية بناءة، مكان تلك الأسس النخرة الفاسدة السلبية .

نعم إن نقطة استنادها "أي المدنية الإسلامية" هي الحق بدلاً من القوة، والحق من شأنه العدالة والتوازن، وهدفها الفضيلة بدلاً من المنفعة، والفضيلة من شأنها المحبة والتجاذب، وجهة الوحدة فيها والرابطة التي تربط بها المجموعات البشرية هي الرابطة الدينية والوطنية والمهنية بدلاً من العنصرية، وهذه شأنها الأخوة الخالصة والسلام والوئام والزود عن البلاد عند اعتداء الأجانب، ودستورها في الحياة التعاون، بدل الصراع والجدال والتعاون من شانه التساند والاتحاد، وتضع الهدى بدل الهوى ليكون حاكماً على الخدمات التي تقدم للبشر، وشأن الهدى رفع الإنسانية إلى مراقي الكمالات، فهي إذن تحدد الهوى، وتحد من النزعات النفسانية، وتطمئن الروح وتشوقها إلى المعالي"[(١)].

وخلاصة القول : أن هذا المؤتمر الذي يقيمه قسم الدراسات الإسلامية بجامعة نمل جاء في توقيت تشهد فيه الأمة الإسلامية تغييراً جذرياً، ومنعطفاً تاريخياً فاصلاً، وذلك نتاج صحوة الشعوب ورغبتها في يقظة الأمة من سباتها والعودة إلى طريق ريادتها، وتأدية دورها الحضاري الذي صنعه المسلمون الأوائل وضحوا في سبيل تشييده بالنفس والنفيس .

ولكن الأهم – من وجهة نظري – هو تفهمنا لشيئين :-

أولاً : يجب تكثيف البحوث والدراسات في الجانب الحضاري، والتنقيب عن الأسس والمرتكزات التي تساهم في النهوض والتقدم، وإيجاد تفسير لتراجع الأمة حضارياً، حتى يمكننا من خلال هذه الدراسات استخلاص رؤى المفكرين والمصلحين الذين أفنوا حياتهم من أجل رفعة الأمة، خاصة وأنني وجدت خلال إعداد بحثي ندرة البحوث التي تتناول ذلك، وأغلب من عكفوا على مثل هذه الدراسات،

(١) صيقل الإسلام، ص:٣٥٩

تناولوها من منظور مفكرين غربيين، وهو عكوف يطابق التوجه لغير القبلة في الصلاة، ولعل نظرة على ما كتبه العلامة محمد إقبال، وأبو الحسن الندوي، وأبو الأعلى المودودي، ومالك بن نبي، وسعيد النورسي، ومحمد الغزالي، والقرضاوي ..إلخ، وغيرهم كثير، كفيل بإثراء ومعالجة الخلل الحضاري للأمة .

ثانياً : أنه لابد من توجيه أنظار الشباب إلى التعامل مع القرآن والسنة أثناء سعيهم للتقدم والنهوض، لأنهما يحتويان على كل ما يُعين الإنسان على التقدم والنهوض، ولأنهما تضمنوا على مبادئ حضارية كلية ومطلقة، وعلى أسس ونُظم لا تتغير بتغير الزمان والمكان، ومهدوا لحرية الإنسان واختياره في كيفية صياغة وتطبيق تلك المبادئ والأسس حسب حاجات العصر ومعطيات الواقع، فالقرآن والسنة منحوا المبادئ والأسس للنظام السياسي، ولكنهم لم يمنحونا شكل النظام السياسي، وتركوا كيفية اختيار الشكل حسب ما يتطلبه كل زمان ومكان .

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا وآله وصحبه الكرام الأطهار الميامين

تحديات للعالم الإسلامي ودور الشباب في مواجهتها

The challenges faced by Muslim world and responsibilities of youth

الدكتور حافظ محمد فاروق*

ABSTRACT

Youth are the real asset of a nation, nation make progress by channelizing, the energy and effects of youth in the right direction. If youth of a nation go astray, the nation will be bound to fail. This short paper intends to look at the challenges faced by our youth for example, the political, religious and philosophical influence of anti-Islam powers, the use of all resources to attract youth to Islam, the attraction of Muslim youth to philosophy, to look into the influence of west through education which is leading the nation to financial and social way wardenss Indecency, Arabic language is replaced with other language for teaching and understanding of the Qur'ān and Unemployment, poverty and a sense of uselessness of youth is a huge challenge. This factor is leading the youth to stealing, robbery and other moral weaknesses.This short article will try to throw light on the challenges and responsibilities of youth.

The history of mankind tells us that it is only the young people, who took the revolutionary measures to change the societies. Youth is the prime time of ones life.it is the time when all energies are at their peak. So one should get advantage of youth before getting old and helth before falling sick.

As they say "new broom sweap clean". Young people can bring great changes in cleaning socieities from evils. Muslim youth has great resficial to whole humanity.

Today, youth is facing many challenges in their life. These challenges are in social, moral, educational, intellectual and political fields.

To cope with them youth must have the knowledge and awareness. This short article tends to throw light on these challenges and gives ways and remedies to face them successfully.

Keywords: *right direction, philosophical influence, Indecency, Unemployment, Poverty, robber*

* أستاذ مساعد، قسم اللغة العربية والعلوم الإسلامية، الكلية الحكومية، إسلام آباد

المقدمة:

الحمد لله الخلاق العليم الرَّؤف الرحيم أكثر على عباده من نعم لا تعد ولا تحصى، وأطعمهم من جوع، وآمنهم من خوف، وكساهم من عرى، وفضلهم على كثير ممن خلق تفضيلاً، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، وبعد!

لا شك في أن الواجب مشترك بين هذه الأمة، شبابها وشيوخها ولكن التخصيص بالشباب المسلم والتحديات التي يواجهونها لأجل أنهم رجاء المستقبل، وهم الذين يقومون بواجبهم بعد رحيل الجيل الذي سبقهم، فكل جيل يخلف الجيل الذي قبله، ويقوم بالواجب الذي يحمله الجيل السابق، ولذلك فلا بد أن يكون عنده استعداد وتهيئ لتحمل المسؤولية كما تحملها أسلافهم، ولا يستطيع الشباب القيام بهذه المسؤولية لمواجهة التحديات إلا إذا تهيؤوا وأعدوا لها عدتها، لأن شبابنا اليوم قد أصيبو مع الأسف الشديد بما يسمى (مركب النقص)، وقد أثر عليهم الغزو الفكري الخطير، فقد أصبحوا يرون أن تقليدهم لأعداءهم إنما هو عنوان الرقي ورمز التقدم، ويحاول كل واحد منهم أن يتشبه بأعداء الإسلام بمظاهره وسماته، في أخلاقه وسلوكه، في حالاته وعاداته وفي كل ناحية من نواحي حياته، فهذا بحث يتناول موضوعاً يهم المسلمين جميعاً على وجه العموم، والشباب على وجه الخصوص.

وقد حرص الإسلام على بناء الشباب وإعداده، وجعل ما يمده به الإيمان بالله هو مصدر الضوء الكاشف الذي ينير له الطريق ويزيل العقبات، ويعين على فهم المعضلات وحل المشكلات، وهذا الموضوع المختار موضوع وضرورة للوقت الحاضر، لأن الشباب اليوم قد أفسد أعداء الإسلام عقائدهم وأفكارهم وهم يريدون أن يدمروا هذا الجيل، فإن الشباب في هذه المرحلة المهمة في حاجة إلى ضوء كاشف ينير له الطريق، ويكشف له صادق الأمر، كما ينبغي للشباب المسلم أن يكون عميق الفهم في عقائده، فإنها عصمة الأمر كله، والتوحيد هو أكبر عقائد الإسلام.

ومن أبرز ما يجب أن يكون موضع تقدير الشباب المسلم التحديات المعاصرة التي يواجهونها في ميدان العقائد والفكر والثقافة والنفس والأخلاق، فالمجتمع الإسلامي يقوم على أساس الحب والتكافل والإخاء وتكوين الفرد ليكون هذا الشباب لبنة صالحة في بناء المجتمع.

أما خطة البحث فتشتمل على مقدمة ومبحثين وخاتمة.

المبحث الأول: دور الشباب في الحياة وعناية الإسلام بهم

المبحث الثاني: تحديات للعالم الإسلامي ودور الشباب في مواجهتها

ثم الخاتمة، وفيها أهم النتائج والتوصيات

المبحث الأول: دور الشباب في الحياة وعناية الإسلام بهم

حد الشباب

قال ابن منظور:"الشباب لغة جمع شاب، ويجمع على شببة وشبان، وهو من الفتى والحداثة، وأول شيء، وأصله من الحركة والنشاط"[(١)].

قال ابن فارس:"شب الشين، والباء أصل واحد يدل على نماء الشيئ وقوته في حرارة تعترية"[(٢)].

وقد ذكر كثير من أهل العلم ابتداء مرحلة الشباب بعد الطفولة كما هو مذكور في القرآن، حيث قال: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾[(٣)]، وتكون بداية الشباب بعد الحلم، وقيل إنه السادسة عشر، وقيل إنه السابعة عشر، كما وقع الخلاف بين أهل العلم في نهاية الشباب على أقوال كثيرة، والراجح منها الأربعين، لأن في هذا السن يكتمل فهم الإنسان وعقله كما في قوله تعالى: ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾[(٤)]، والأشد مبلغ الرجل الحنكة والمعرفة[(٥)]، وهو استحكام قوة شبابه وسنه، فإذا جاوز الأربعين سمي كهلا.

الشباب ودورهم في الحياة

لا شك أن دور الشباب ثمين وقيم في حياة الإنسان، لأنه يكتمل فيه جوانب مختلفة، جسمية وعقلية وانفعالية واجتماعية وخلقية ودينية وغيرها، ويتأهل للاعتماد على النفس والفكر، والشباب في العصر الحاضر هم رجال في العصر المستقبل، فقد جاءت النصوص الشرعية التي تحث على إصلاح الشباب، فاذا صلح الشباب صلح المجتمع كله، وصلاحه مبني على دعائم قوية من الدين والأخلاق، ولأهمية هذه المرحلة الشبابية سوف يسأل عنها الإنسان يوم القيامة، فعن ابن مسعود ﷺ عن النبي ﷺ قال: «لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ»[(٦)].

لقد أدرك العالم الحاضر أهمية الشباب ودوره الحيوية في تسيير عجلة الحياة، وتصاعد الاهتمام بهم على مستوى الكم والكيفية، وهذا الاهتمام البالغ لهذا الجيل الشاب يدل على أن الشباب هم ثروة الأمة

---

(١) ابن منظور، محمد بن مكرم بن منظور الإفريقي، لسان العرب، دار صادر، بيروت، ١٤٠٨هـ، ٤٨٠/١

(٢) ابن فارس، أحمد بن فارس بن زكرياء، معجم مقاييس اللغة، تحقيق عبد السلام محمد هارون، شركة مصطفى البابي الحلبي بمصر، ١٧٧/٣

(٣) سورة النور، آية: ٢٤-٥٩

(٤) سورة الأحقاف، آية: ٤٦-١٥

(٥) الأزهري، أبو منصور بن أحمد، تهذيب اللغة، دار إحياء التراث العربي، الطبعة الأولى: ٢٠٠١م، ٢٦٦/١١

(٦) الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب في القيامة، رقم الحديث: ٢٤١٦، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٠هـ، ٢١٦/٤

الإسلامية، وهذه النتيجة لم تحصل فورية أو محض الصدفة أو من دون سباق بل هي نتيجة التفكير العالمي، وبذلك يجب علينا أن نعتني بالشباب المسلم عناية بالغة خاصة في هذا العصر الذى يسمى عصر الفتن والفساد.

وقد أعطى الله سبحانه وتعالى الشباب الطاقة الجسمية والفكرية يتفوقون بها على من أكبرهم سناً، لأن المشائخ وكبار السن لا شك أنهم أفضل بالسبق في التجارب والخبرات في الحياة، إلا أن ضعف أجسامهم لا يمكن لهم مما يقوم به الشباب الأقوياء، وهنا نذكر بعض الشباب من الصحابة كمثال، مثل عبدالله بن عباس، وعبد الله ابن عمر، وعبد الله ابن عمرو بن العاص، ومعاذ بن جبل، وزيد بن ثابت، وغيرهم من الصحابة الذين حفظوا هذا الدين الحنيف وبلغوه إلى الآخرين.

وشباب اليوم هو ورثة أولئك الشباب الذين أخبر عنهم النبي ﷺ فقال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ»(١).

عناية الإسلام بالشباب

اعتنى الإسلام بالشباب المسلم والجيل الجديد عناية كبيرة، لأنهم هم المسؤولون في المستقبل ويرثون آباءهم ويقومون بدور كبير وهام في إصلاح المجتمع والدعوة والارشاد، ولذلك كان النبي ﷺ يوجه إرشاداته للشباب، ومن ذلك ما روي عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْماً، فَقَالَ: «يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتْ الصُّحُفُ»(٢).

هذه توجيهات نبوية وجهها النبي ﷺ لابن عمه الشاب، وهي توجيهات لسائر شباب الأمة لكي يصلحوا أنفسهم ويكونوا سبباً لإصلاح الآخرين، والنبي ﷺ يقول لربيبه عمر بن أبي سلمة رضي الله عنه: «يَا غُلَامُ سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ»(٣)، هذه الكلمات النبوية قد انطبعت في ذهن الشاب، الأمر الذي يدل على أن العناية بالشباب والأطفال أمر مطلوب شرعاً.

وكذلك قال النبي ﷺ : «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»(٤).

---

(١) البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين، رقم الحديث: ١٤٢٣، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، دار الريان للتراث، القاهرة، الطبعة الثانية:١٤٠٩هـ- ١٩٨٨م

(٢) سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم الحديث:٢٥١٦

(٣) صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، رقم الحديث: ٥٣٧٦

(٤) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي ﷺ من استطاع منكم الباءة، رقم الحديث: ٥٠٢٥

ففي هذا الحديث يظهر اهتمام النبي ﷺ بتوجيه الشباب إلى حفظ فروجهم وعدم انزلاقهم في الشهوات المحرمة، لأن لشباب وإن كانت عندهم قوة إلا أن عقولهم ليست في مستوى عقول الشيوخ في النضج فهم يُخشى عليهم الانزلاق عند المراهقة وعند البلوغ، ولذلك وجههم النبي ﷺ إلى أخذ الحيطة والاحتياط.

وكذلك حث النبي ﷺ على تربية الشباب من وقت مبكر فقال النبي ﷺ: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»(١).

فابن السابعة ليس مكلف شرعاً لكنه يؤمر بالصلوة حتى يعتادها ويألفها ويتربى عليها، فتنطبع في ذهنه وتصبح خفيفة عليه عندما يكبر، لأن الصلوة سر عظيم لاجتناب الفواحش والكبائر، كما قال تعالى: ﴿ أَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾(٢).

إذن فالشباب في الإسلام لهم قيمة ومكانة لايستهان بها لأنهم طاقة للأمة إذا ضيعت فقد مقوماتها، وإذا حفظت بقيت للأمة مقوماتها وقوتها ومهابتها، ومن هنا يجب على الآباء والمجتمع العناية بالشباب بتوجيههم نحو الخير، كل على حسب مسؤوليته.

المبحث الثاني: التحديات التي يواجهها العالم الإسلامي

ولا ريب أن أزمات الشباب المسلم والتحديات التي يواجهونها في هذا العصر يرجع سببها إلى البرامج الثقافية أو المناهج الدراسية أو ما تلقيه أجهزة الإعلام أو الأفلام السينمائية وغيرها من الوسائل والأفكار الوافدة التي تخالف المفاهيم الإسلامية الأصيلة، وفيما يلي بيان لبعض التحديات والمعوقات من خلال التركيز في المطالب الآتية:

تحدي انحراف الشباب وأسبابه

إن أسباب فساد الشباب ومشكلاتهم متعددة، وذلك لأن الإنسان في مرحلة الشباب يتطور جسمياً وفكرياً وعقلياً، ولا ريب أن الدين الحنيف فيه حل لجميع المشاكل، ومنها مشكلات الشباب، فالإسلام لما يطبق تطبيقاً صحيحاً كاملاً لا تبقى أية مشكلة في حياة الإنسان، وفيما يلي توضيح وبيان لبعض صور الانحراف:

١- **تيارات منحرفة**: إن الشباب اليوم يجدون أمامهم سبل وتيارات متنوعة للفساد ، وهذه من أكبر التحديات التي تفسد عقائدهم وأفكارهم وأخلاقهم، فإنها تيارات تحمل الوسائل الجديدة، منها المذياع والتلفاز والصحف والمجلات والكتب التي حذر منها العلماء، لأنها تخرب أخلاق الشباب

---

(١) أبو داوود، سليمان بن الأشعث السجستاني، السنن، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، رقم الحديث:٤٩٥، تحقيق عزت عبيد الدعاس، دار الحديث، دمشق، الطبعة الأولى:١٤١٤هـ، ١٨٧/٢

(٢) سورة العنكبوت، آية :٤٥

وسلوكهم تلفظها المطابع المعاصرة في الدول الإسلامية وغيرها، وتأخذها أيدي الشباب، والذين لا يميزون بين الضار من النافع فإن نتائجها بالنسبة لهم تكون وخيمة، فالشباب اليوم تأثروا بالثقافات الأخرى، فصاروا يقلدونها في اللباس وفي طريقة التفكر حسبما يسمعون وينظرون ويقرأون في الإعلام.

٢- **انحراف الشباب في التصور والخلق والتفكير**: سفر الشباب إلى البلاد الأجنبية التي يضيع فيها الإيمان والأخلاق ويأتي الخلل في العقائد، ويتعايشون فيها بما فيها من الخرافات، ويتأثرون بالأفكار الفاسدة، فسرعان ما يتغيرون في طريقة تفكيرهم عن دينهم ومجتمعهم، ولما يرجعون إلى بلادهم فهم صفر اليدين، فهذا أيضاً من أسباب الانحراف الخلقي والعقدي في الشباب[١].

٣- **قلة الاهتمام بالعلم الديني وفشو الجهل**: نرى من طرف الشباب قلة الاهتمام بالعلم الشرعي فلا يحصلون من إسلامهم وعلومهم الفئة الكافية التي يعرفون بها الخبيث من الطيب والضار من النافع، ويميزون بها بين الحلال والحرام، والجهل بالكتاب والسنة أكبر تحد للشباب المسلم اليوم، وهذا العلم هو العلم الحقيقي الذي يتوفق به العالم من الجاهل، كما قال تعالى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[٢].

٤- **الفراغ**: هو داء ومصيبة للشباب، وهو قاتل لعقول الشباب وأفكارهم وطاقاتهم النفسية، فالنفس لا بدلها أن تعمل وتتحرك دائماً، فالنفس لما تكون فارغة تأتي بالأوهام والخيالات الفاسدة؛ لأن الفراغ النفسي والعقلي مثل الأرض الخصبة التي تقبل كل فكر سيئ وغلو وتطرف، فهناك علاج لهذه المشكلة هو أن يحاول الشباب في حصول عمل يناسبهم مثل قراءة الكتب المختارة أو كتابة أمور مفيدة أو تجارة أو غيرها مما يحول بينهم وبين هذا الفراغ لما يشغله أمور الحياة العامة، كما قال الصادق المصدوق ﷺ: «نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ»[٣].

٥- **الصحبة السوء**: صحبة الأشرار تؤثر كثيراً على الشباب في عقلهم وتفكيرهم وسلوكهم، ولذلك مثل النبي ﷺ صحبة السوء بما يبين أضرارها، فقال ﷺ: «مَثَلُ الْجَلِيسِ السَّوْءِ كَنَافِخِ الْكِيرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رائحة كريهة»[٤]، وعلاج هذه المشكلة أن يبحث ويختار الشباب لصحبتهم من كان ذا خير وصلاح ليكون عضواً سليماً عاملا في مجتمعه لنفسه ولغيره.

٦- **قراءة بعض الكتب الهدامة**: بعض الشباب يقرأون الكتب والرسائل والصحف والمجلات وغيرها مما يجعل المرء يشكك في دينه وعقيدته فيقع في الضلال، فقراءة مثل هذه الكتب تؤثر سلباً

---

(١) الفوزان، صالح بن فوزان بن عبدالله، محاضرات في العقيدة والدعوة، رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء، الرياض، ١٤٢٤هـ، ٢٤٧/١، باختصار

(٢) سورة الزمر، آية:٩

(٣) صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ماجاء في الرقاق، رقم الحديث:٦٤١٢

(٤) نفس المصدر السابق، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، رقم الحديث: ٥٥٣٤

الشباب في أخلاقهم وسلوكهم وعقيدتهم بدون أي مانع، وعلاج هذه المشكلة أن يحذر الشباب ويبتعدوا عن قراءة مثل هذه الكتب، وقراءة كتب أخرى إسلامية ومفيدة التي تغرس في قلوبهم محبة الله ورسوله وتتحقق الإيمان والعمل الصالح(١).

تحدي الحرب العلمية والفكرية

بدأت الحرب العلمية والفكرية ضد الإسلام والمسلمين منذ بدايته، فقد جاء الإسلام بدين الحق الذي نسخ الأديان كلها، ودخل الناس في دين الله أفواجاً، فشق ذلك صدور المتعصبين الحاقدين، وكان المسلمون أقوياء فلم تكن هناك وسيلة لهزيمتهم عن طريق القوة والحرب، ولذلك لجأوا إلى المكر والخديعة ووجدوا أن الحرب الفكرية هي وسيلتهم الوحيدة لإيجاد الخلاف والفرقة بين المسمين واتخذوا كل وسيلة من وسائل الإعلام وغيرها، فها هو الأمر الذي تبعه ظهور الفرق المتعددة في الإسلام، وقد تأثر بهذا الشباب وبدأوا الحرب العلمية والفكرية فيما بينهم، وهو من أعظم التحديات التي يواجهها الشباب اليوم(٢).

تحدي الغزو الفكري الغربي للعالم الإسلامي

والمقصود هنا بالغزو الفكرى الوسائل غير العسكرية التي اتخذها الصليبيون لإزالة مظاهر الحياة الإسلامية وصرف المسلمين عن دينهم الحنيف، خاصة الأمور التي تتعلق بالعقيدة وما تتصل بها من أفكار وغيرها، فلا يوجد اليوم فعلاً الاستعمار العسكري والسياسي الغربي للعالم الإسلامي في كثير من الدول الإسلامية، لأن الاستعمار بدأ بالغزو الفكرى لكي يغير مبادئ الإسلام، الثقافية والفكرية والأخلاقية، حتى إن الناظر لما ينظر في حال المجتمعات الإسلامية يجد تغيراً ملحوظاً في الثقافة والأخلاق والسلوك وغيرها من المظاهر الإسلامية، وهذا الغزو الفكري الغربي أشد خطراً لأبناء المسلمين، وهم اليوم أشد حاجة إلى التعمق في دينهم ومعرفة ما يحيق بهم من مخاطر جديدة وأفكار فاسدة حتى يكونوا مستعدين لمواجهة التحديات المعاصرة (٣).

وكثير من الدول تهتم بموضوع الشباب كي تستحوذ على عقولهم لما ترى فيه صلاحها، فالمنظمات في كل دولة تريد أن يسير الشباب وفق رغباتها، لذا فإنها تستثمر ماكينة الإعلام وجميع وسائله التربوية والثقافية كما أعلن فرعون صراحة حيث قال الله عزوجل: ﴿مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾(٤).

---

(١) ابن عثيمين، محمد بن الصالح، من مشكلات الشباب، الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، ١٤١٢هـ، ص:١٣-١٤، باختصار

(٢) علي ليلة، الثقافة العربية والشباب، الدار المصرية اللبنانية، القاهرة، الطبعة الأولى:١٤٣٠هـ، ص:١٩

(٣) حسن آل حمادة، الشباب والتحديات المعاصرة، مكتبة مؤمن قريش، القطيف، الطبعة الثانية:٢٠١٤م ص:٣١-٣٦

(٤) سورة غافر، آية:٤٠-٢٩

والقران الكريم يذكر لنا مثالًا واضحاً في الاستقامة ومواجهة التحدي الفكري متمثلاً في النبي إبراهيم عليه السلام الذي أعلن صراحة في وجه أبيه بقوله: ﴿يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾[١]، وهنا وقفة مع إبراهيم عليه السلام يتوكل على الله وحده، وواجه بالحجة والمنطق، وتحدى مجتمعاً وثنياً بأكمله وخرج منتصراً، فها نحن اليوم نعيش في الجو الذي سيطر على وسائل الإعلام الشياطين الإنس الذين يديرونها كما يريدون، وهذا تحد من التحديات التي يعيشها الشباب في العصر الحاضر[٢].

تحدي نشر فكرة القومية

إن وحدة الأمة الإسلامية تعتبر ضرورة في كل عصر من عصور الإسلام، لأن في الاتحاد قوة والغرب يخاف من هذه الوحدة الإسلامية، وقد حاول الغرب طويلاً أن يقضي على عقيدة الولاء والبراء والسمع والطاعة لكي يمزق وحدة الأمة الإسلامية، وقد قام بتشجيع الحركات القومية في الدول الإسلامية وسعى بتحطيم الخلافة العثمانية وأثار النعرات القومية المحلية المحدودة حتى أصبح الدين جانباً والدنيا بجانب آخر تحت ستار العلمانية، وهو من التحديات التي تحيط بالشباب المسلم المعاصر[٣].

تحدي محاربة اللغة العربية

الغة العربية هي لغة القران، وقد كتب الله لهذه اللغة أن تبقى وتحفظ نتيجة حفظ الكتاب المنزل بها، وقد فشل الغرب في القضاء الكامل على الغة العربية رغم محاولتهم وجهودهم، والهدف من هذه هو قطع علاقه المسلمين بالقران والسنة لكي تصبح مصادر الشرعية غير مفهومة لدى المسلين، وضعف المسلمين وبعدهم عن لغة القرآن يبعدهم من الإسلام ويتعذر لهم فهم القران والسنة وسائر كتب التشريع والتراث الإسلامي، فالتراث الإسلامي مكتوب باللغة العربية وعلى رأسه القرآن، والمطلوب هو صرف الأمة عن تراثها كله[٤].

تحدي تغيير المناهج الدراسية

لا يخفى على أحد أن المناهج التعليمية تعتبر أساساً في العصر الحاضر لبناء الأمة الإسلامية، والشباب اليوم في الدول الإسلامية يجد ازدواجية التعليم الديني والدنيوي حيث لا علاقة بينهما ولا ارتباط بعضها البعض، وقد جاهد الغرب بطرق كثيرة ومتنوعة لإضعاف التعليم الديني والسيطرة على الحكومات التي تنفق وتخصص الأموال للتعليم والتربية، وتؤثر الغرب في تغيير المناهج الدراسية، وهو أيضاً يعتبر من أعظم التحديات التي يواجهها الشباب المسلم المعاصر[٥].

---

(١) سورة مريم، آية:١٩-٤٣

(٢) الشيرازي، السيد محمد، تقريب القرآن إلى الأذهان، دار العلوم، بيروت، ١٤٢٦هـ، ص:٣٦٦

(٣) عبد القادر فهمي، عناية الإسلام بتربية الشباب، المطبعة العربية بيروت، ١٤٢٩هـ، ص:٥١

(٤) الخليلي، أحمد بن حمد، الشباب والتحديات المعاصرة، دار المعرفة، بيروت، ١٤٣٢هـ ص:٨٥، باختصار

(٥) فتحي يكن، الشباب والتغيير، مؤسسة الرسالة، بيروت، بدون تاريخ، ص:١٢، باختصار

تحدي الإعلام والوسائل الحديثة

وسائل الإعلام صارت أكبر وسيلة في تغيير العالم، وتستخدم في هذا الباب جميع الوسائل الموجودة المرئية والمسموعة والمطبوعة وغيرها، ومن هنا هذه الوسائل تظهر وتعلن الأفكار الباطلة التي تخرب أخلاق الشباب وسلوكهم وعقيدتهم، وهناك وسائل مستحدثة مثل الفيديو والجوال التي قد دخلت في كل بيت من بيوت المسلمين، والشباب لا يبالون في استخدام هذه الوسائل ولا يفرقون بين الضار من النافع.

والطفل الذي يعيش في هذا المناخ الثقافي والإعلامي يتأثر ذهنه وقلبه بما يبث في الإعلام، ولا يمكن التخلص من هذه الوسائل لأنها في سيطرة اليهود والنصاري وهم أعداء الإسلام والمسلمين إلى يوم القيامة[١].

تحدي الفقر والحاجة والجوع

الفقر أحياناً يوصل إلى الكفر، ولا شك أن بعض التحديات في بعض المجتمعات لا تعتبر تحدياً في مجتمع آخر، فالفقر المادي قد لا يعد تحدياً لكن ميل بعض الشباب إلى السرقة والفواحش والإرهاب أحياناً يوصلهم إلى درجة قتل بعضهم بعضاً، فيجب أن تكون المعالجة الواعية لتحديات الشباب وتحقق احتياجاتهم على المستويين الروحي والمادي لكي لا يشتعل غضب الشباب ولا تحصل مفسدة في الارض[٢]!

التحدي الأخلاقي والسلوكي وتبديل الحياة الاجتماعية

لقد تاثر بعض المسلمين بالحضارة الغربية الحديثة وتغير الكثير من القيم والعادات والتقاليد وتطورت تطورا هائلا بعد انتهاء الحرب العالمية الثانية إلى هذا اليوم، وليس هناك أي ريب في أن السلوك الإنساني يخرج من ثقافة يحملها الفرد تتمثل في مأكله ومشربه وحديثه، وهناك قصة يوسف عليه السلام أفضل ما تحدث القرآن الكريم في التحدي الأخلاقي والسلوكي إذ خرج نبي الله يوسف عليه السلام منتصراً على مكيدة زليخا بعد أن ﴿غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ﴾[٣]، وقد أبرزت الأخلاق العالية للنبي يوسف عليه السلام مع جميع المسلمين إليه وفي مقدمتهم إخوته الذين ألقوه في غيابة الجب، وزليخا التي طعنته في أخلاقه وأودعته في السجن[٤].

ولا يخفى على أحد أن الغزو الفكري دمرت الأخلاق وبدلت الأوضاع الاجتماعية، فكثير من الشباب المسلم انساقوا وراء هذا التيار الجارف وهم لا يعلمون أنهم يحققون أهداف أعدائهم، يحيون بسبب ذلك حياة عابثة، فضلاً عن المعاصي والآثام ومخالفة الشريعة الإسلامية، فيجب على الشباب أن

---

(١) فائقه يوسف الإبراهيم، المشكلات السلوكية بين الشباب الكويتي، جمعية الاجتماعين، الشارقة، ص:١٦٧

(٢) الشباب والتحديات المعاصرة، ص:٣٥

(٣) سورة يوسف، الآية:١٢-٢٣

(٤) تقريب القرآن إلى الأذهان، ٣٦٦/٣، وانظر تفصيل جميع هذه التحديات التي لم أذكرها مخافة الطوال، أنور الجندي، الشباب المسلم مشاكله وقضاياه في مواجهة تحديات العصر، مكتبة السلام العالمية، القاهرة، ١٩٨٢م

يجالسوا أهل العلم وأصحاب الفضيلة، وأن يبتعدوا من المشبوهين وحملة الأفكار المنحرفة، وأن لا يفسحوا لهم المجال في بيوتهم أو في محلاتهم التجارية، وأن ينصحوا إخوانهم المنحرفين نصيحة عامة، لكي يرجعوا ويتوبوا إلى الله، وعلى الشباب أن يعتنوا بثقافتهم حتى يكونوا رجالًا صالحين للمستقبل بإذن الله.

الخاتمة: وفيها أهم النتائج

١- الشباب ثروة حقيقة في الامة الإسلامية ولذلك اعتنى الإسلام بهم عناية كبيرة لأنهم رجال مستقبل الأمة ومقياس تقدمها وتأخرها.

٢- الفراغ والعطالة داء ومصيبة للشباب.

٣- الشباب المسلم اليوم مدعو إلى الأخذ بأسباب العزائم والقوة.

٤- قراءة بعض الكتب الهدامة والرسائل والصحف والمجلات تفسد أذهان الشباب.

٥- إن بناء الإرادة والإيمان بالله والتقوى يجعل الشباب قادراً على مواجهة التحديات.

٦- يجب على ولاة الأمور إصلاح وسائل الإعلام الحديثة بحيث لا تنشر إلا ما هو صالح ومفيد للشباب.

٧- يجب إصلاح المناهج التعليمية التي يتلقونها الشباب في المدارس والجامعات.